ماھنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۴	ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ / اپریل ۲۰۰۹ء	جلد : ۱۷

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مدیر اعلیٰ	نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے......... سالانہ ۲۰۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات..... سالانہ ۷۵ ریال
بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر
برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر
امریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 5330311
خانقاہِ حامدیہ : 042 - 5330310
فون/فیکس : 042 - 7703662
رہائش ''بیت الحمد'' : 042 - 6152120
موبائل : 0333 - 4249301

جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	5
ملفوظات شیخ الاسلامؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ	۱۲
حضرت عائشہؓ کی عمر اور حکیم نیاز احمد کا مغالطہ	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۵
تربیتِ اَولاد	حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۳
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ	۲۶
ختمِ نبوت زندہ باد	جناب سیّد امین صاحب گیلانی مرحوم	۳۱
قادیانیوں سے چند سوال	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ	۳۲
دین کے مختلف شعبے	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصوری	۴۵
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۲
ایک سبق آموز واقعہ	حضرت مولانا محمد امان اللہ صاحب	۵۵
دینی مسائل		۵۹
اَخبارالجامعہ	محمد انعام اللہ، متعلم جامعہ مدنیہ جدید	۶۱
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ		۶۳

آپ کی مدتِ خریداری ماہ.............................ختم ہوگئی ہے

آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ.................روپے جلد اِرسال فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

حکومتِ پاکستان سوات و مالاکنڈ ایجنسی کے عوامی دباؤ کے آگے بالآخر ہتھیار ڈال کر وہاں پر شرعی عدالتیں قائم کرنے پر مجبور ہوگئی اور اِس کی بدولت انگریز کے فرسودہ قوانین کی جگہ اِسلام کے عادلانہ نظام کے تحت رعیت کو اپنے جائز حقوق تک جلد اور سستی رسائی کی راہ ہموار ہوگئی اِس کامیابی پر وہاں کے عوام اور قائدین مبارک باد کے مستحق ہیں۔

دُوسری طرف اِسلام کے اَزلی دُشمن عیسائی یہود اور ہنود پر اِسلامی قوانین کے اجراء کا عمل برق بن کر گرا ہے جس کی وجہ سے اُن کی راتوں کی نیندیں حرام ہوگئیں ہیں اور اَب وہ سر جوڑ کر بیٹھے اِس نظام کی ناکامی کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔ میڈیا مسلسل منفی اور جھوٹا پروپیگنڈا کر کے رائے عامہ کو گمراہ کرنے کی سرتوڑ کوششیں کر رہا ہے۔ اِن حالات میں تحریک کے قائدین کو نہایت بیدار مغزی سے کام لیتے ہوئے مخالفین کے مکروفریب پر گہری نظر رکھنی ہوگی خاص کر اِن حالات میں جبکہ مسلمانوں ہی کی سیاسی اور عسکری قوتیں کفر سے نہ صرف خائف ہیں بلکہ اُن کے مذموم مقاصد کی تکمیل میں اُن کی شریکِ کار بھی ہیں۔

لہٰذا اِس نازک موقع پر تحریک کے قائدین باہمی رنجشوں کو بھلا کر اپنی صفوں میں اتحاد قائم رکھتے ہوئے ملک کی اہم مذہبی اور سیاسی جماعتوں سے مسلسل اَور قریبی رابطہ قائم رکھیں تاکہ کفر کی سازشوں کو ناکام بنا

کر عوام میں اپنا اَثر و رسوخ اِتنا بڑھائیں کہ اِسلامی قوانین کی برکات و فوائد سے متاثر ہو کر دیگر صوبوں کے عوام بھی اِس کو اپنانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں اور کفر کے دقیانوسی اور جنگلی قوانین کے تابوت میں کیل گاڑ کر اپنی نڈھال جانوں کو کفر کے چنگل سے آزاد کرا سکیں۔

اسلام نے انصاف کے حصول کو کتنا آسان اور سستا بنایا ہے اِس کا اَندازہ کفار کے میڈیا بی بی سی لندن کی ایک رپورٹ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو اُس نے بادلِ نخواستہ جاری کی اور ۲۳ رمارچ کے قومی جرائد میں شائع ہوئی۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں :

''صوبہ سرحد کے ضلع سوات میں نظام عدل ریگولیشن کے اعلان کے تحت دوبارہ فعال کی گئی شرعی عدالتوں میں لوگ فوری اور سستے انصاف کے حصول کے لیے دھڑا دھڑ اپنی درخواستیں جمع کرا رہے ہیں جس پر قاضی فوری کارروائی کر کے اُن مقدمات کو دو سے تین دنوں میں نمٹا رہے ہیں۔ سوات میں امن معاہدے اور شرعی نظامِ عدل کے نفاذ کے بعد ضلع بھر میں پہلے سے موجود سات شرعی عدالتوں کو دوبارہ بحال کر دیا گیا جن میں دو عدالتیں صدر مقام مینگورہ میں قائم کی گئی ہیں۔ عدالت کے دروازہ پر کوئی پولیس یا سکیورٹی اہلکار دکھائی نہیں دیا۔ درخواست گزاروں میں کسی کے ساتھ وکیل نہیں تھا بلکہ ہر درخواست گزار خود پشتو زبان میں مسئلہ قاضی کے سامنے بیان کرتا اور پھر قاضی متعلقہ تھانے کے ایس ایچ او کو درخواست مارک کر کے اُن سے جواب طلب کرتا ہے۔''

ہماری دعاء ہے کہ ضلع سوات کے عوام کی قربانیوں کے نتیجہ میں آنے والی فلاحی تبدیلیوں کو اللہ تعالیٰ دوام نصیب فرما کر اِسلام کے کلمہ کو سربلند فرمائے اور اَندرونی اور بیرونی سازشوں سے اِس کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب ؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس ؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس ؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندوں سے بھی حقوق العباد معاف کرانا ضروری ہیں

جس کے ذمّہ لوگوں کا حق ہوتا نبی علیہ السلام اُس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے

مالِ غنیمت جب تک تقسیم نہ ہو جائے کوئی اُس سے کچھ نہیں لے سکتا

اِسلام نے سب سے پہلے فلاحی مملکت قائم کی

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 58 سائیڈ B 1986 - 05 - 09)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

حضرتِ باری تعالیٰ کا اِرشاد ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ہم تک پہنچایا ہے یَاابْنَ آدَمَ اِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ اے اِنسان جب تک تو مجھ سے دُعاء مانگتا رہے گا اُمید قائم رکھے گا تو میں تجھے بخشتا رہوں گا عَلٰی مَا کَانَ فِیْکَ (چاہے) تجھ میں جو بھی کمی ہو وَلَا اُبَالِیْ اور مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے۔ یہ کسی چیز کی پرواہ نہ ہونا ایک محاورہ ہے جس کا مطلب ہے کہ میرے لیے کوئی کام مشکل نہیں کوئی کام کوئی وزن نہیں رکھتا میں بے پرواہ ہوں جو چاہوں کروں اِختیارات بھی قدرت بھی بے نیازی بھی تمام چیزیں ظاہر ہوتی ہیں ''وَلَا اُبَالِیْ '' کے لفظ سے۔

یہ بھی اِرشاد فرمایا کہ اے اِنسان ! اگر تیرے گناہ اِتنے زیادہ ہو جائیں کہ عَنَانَ السَّمَآءِ

آسمان کی طرف جو بادل ہیں وہاں تک پہنچ جائیں ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ پھر تو مجھ سے اُن کی معافی چاہے تو غَفَرْتُ لَکَ ۱؎ میں بخش دُوں گا۔ اَور بخشنے میں ایسی چیزیں آجاتی ہیں کہ جن کا تعلق دُوسرے بندوں سے ہو، حدیث شریف میں آتا ہے مثال کے طور پر کہ اگر کسی آدمی پر قرض ہے تو وہ قرض اُسے اَدا کرنا پڑے گا چاہے دُنیا میں خود اَدا کردے چاہے وصیت کر جائے اَور اگر نہیں اَدا کیا ہے تو قیامت میں اَدا کرنا پڑے گا۔ وہ شہید کا بھی معاف نہیں، (اس کے علاوہ دُوسرے) گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ یہ اَلسَّیْفُ مَحَّاءٌ لِّلذُّنُوْبِ اَوْکَمَاقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یہ تلوار جو ہے یہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے صاف کر دیتی ہے اَور کہیں آتا ہے کہ کَفٰی بِبَارِقِ السَّیْفِ مَحَّاءٌ لِّلذُّنُوْبِ اَوْکَمَاقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وہ جو تلوار کی چمک ہے وہ گناہوں کو معاف کرنے کے لیے کافی ہے، اِس طرح کے اِرشادات موجود ہیں۔

تو کوئی طرح کا جہاد ہے جو جہاد ہی شمار ہوتا ہے مگر سب سے اعلٰی درجہ اُس کا ہے کہ جو تبلیغ اسلام کے لیے ہو دفاعی جہاد بھی ہوسکتا ہے وطن کے دفاع کا بھی ہوسکتا ہے اُس میں جو مارے جائیں گے وہ بھی شہید ہی ہوں گے پھر سب سے اعلٰی اَور افضل وہ ہے جو حدیث شریف میں آیا ہے لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا اِس لیے لڑ رہا ہے کوئی آدمی کہ اللہ کے کلمے کی سر بلندی ہو اِس لیے جان دے رہا ہے اَور لے رہا ہے یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ مارتے بھی ہیں مارے بھی جاتے ہیں۔ تو ہے یہ بات کہ جب اِنسان میدانِ جہاد میں ہو خدا کے لیے تو اگرچہ تلوار اپنے کو نہ بھی لگے مگر اُس کی چمک بھی بڑی چیز ہے اَور اگر اپنے کو لگ رہی ہے تو جس وقت اپنے اُوپر آتی ہوئی دیکھ رہا ہے تلوار وہ لمحہ جو ایک سیکنڈ سے بھی کم ہوتا ہے وہ کیسے گزرتا ہے اَور کیا کیفیت بدن میں پیدا کر جاتا ہے وہ بس کافی ہے گناہوں کو مٹانے کے لیے۔

وضاحت کے ساتھ یا بغیر وضاحت حقوق العباد بندوں ہی سے معاف کرانا ہوں گے :

لیکن قرض تو رہتا ہے اَور جیسے قرض رہتا ہے ویسے ہی حقوق بھی رہتے ہیں یعنی کسی کو گالی دی وہ حق باقی رہے گا کسی پر اِلزام لگایا وہ باقی رہے گا کسی طرح کی بھی حق تلفی کسی دُوسرے آدمی کی کی ہو تو وہ اُس آدمی سے معافی لینی پڑتی ہے چاہے واضح کرے اَور معافی چاہے، چاہے واضح نہ کرے اَور معافی چاہے دونوں طرح ہوسکتا ہے۔ وضاحت نہیں کرتا کہتا ہے کہ آپ کے حق میں تقصیرات ہوتی رہی ہیں وہ معاف کرالیتا ہے اُس سے

۱؎ مشکوۃ شریف ص ۲۰۴

تو وہ بھی ٹھیک ہے اِس سے بھی بہت سی چیزوں کی معافی ہوسکتی ہے۔ دُوسری شکل یہاں جو آرہا ہے کہ تیرے گناہ پہنچ جائیں بادلوں تک پھر تو مجھ سے معافی چاہے۔

تو گناہوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ گناہوں کی ایک قسم وہ ہے کہ جو اِنسان اَور خدا کے درمیان غلطیاں نافرمانیاں اِس قسم کی کہ جن کا تعلق اِس بندے اَور خدا کے ساتھ ہے بس۔

جانوروں سے بھی زیادتی نہیں کی جاسکتی :

اَور دُوسری غلطیاں اُس قسم کی ہیں کہ جس میں کوئی اَور مخلوق بھی شامل ہو رہی ہو۔ مخلوق اِس لیے کہہ رہا ہوں کہ جانوروں تک کا یہ ہے کہ اُن کے ساتھ بھی زیادتی نہیں کر سکتے وہ بھی منع آیا ہے اَور اِتنی مکمل تعلیم کسی دین میں نہیں ہے جتنی اِسلام میں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں معاف کر دُوں گا اگر اِستغفار کیا وَلَا اُبَالِیْ . اور لَا اُبَالِیْ کا مطلب یہ ہے کہ تیرے ذمّہ جو حقوق ہیں اُن کو اَدا کرنا ایک کام ہے یہ میں اَدا کر دُوں گا اگر خداوندِ کریم کی کسی بندے پر نظر رحمت ہو جائے تو پھر یہ فیصلہ ہو گیا کہ اِس کو بخشنا ہی ہے اَور جب اللہ تعالیٰ کسی کو بخشتے ہیں تو پھر جن لوگوں کے حقوق ہیں اُس کے ذمّہ اُن کے حقوق اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اَدا فرما دیتے ہیں اُس آدمی کو جس کا حق ہے جس کا قرضہ ہے اُس کو قیامت کے دن وہاں اِتنا دے دیا جائے گا کہ وہ خوش ہو جائے اَور اِسے معاف کر دے، دینا بہرحال ہوگا اُس کا حق مارا کہیں نہیں جائے گا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ ذرّہ کے برابر بھی اللہ تعالیٰ زیادتی نہیں فرماتے تو وہ تو ملے گا اُسے ضرور جس کا حق ہے لیکن جس پر حق ہے اُس کی مدد کیسے ہو؟ اُس کی مدد اِس طرح پر ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اُس دُوسرے آدمی کو راضی کریں گے کہ تو اِتنا لے لے اگر وہ کہے گا نہیں تو اَور دیں گے پھر کہے گا نہیں پھر اَور دیں گے حتّٰی کہ وہ کہے گا ٹھیک ہے اِس طریقے پر ہوگا۔

تو یہ لَا اُبَالِیْ کے جملہ سے مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہوں کہ جب میں بخشنا چاہوں کسی کو تو بخش ہی دیتا ہوں اَور کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ جو لوگ ہیں جن کے حقوق ہیں اللہ اُن کے حقوق کا بھی ذمّہ لے لیتا ہے کہ وہ میں اَدا کر دُوں گا اَور میں دے دُوں گا اُس کو۔ [1]

---

[1] مگر اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت کس پر ہوتی ہے اِس کا علم دُنیا میں نہیں ہوسکتا موت کے بعد ہی پتہ چلتا ہے اِس لیے خطرہ کی چیز ہے لہٰذا مرنے سے پہلے ہی معاملہ صاف کرا لینا چاہیے۔ (محمود میاں غفرلہٗ)

نبی علیہ السلام مقروض کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے :

ایک دفعہ ایسے ہوا کہ ایک صحابی کا جنازہ لایا گیا پوچھا کہ قرض ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا هَلْ تَرَكَ وَفَاءً لِّدَيْنِهٖ اِس نے چھوڑا ہے کچھ کہ قرض اَدا ہوجائے؟ تو صحابۂ کرامؓ میں سے اُن کے وارِثوں نے جواب دیا کہ نہیں اِس کے پاس تو کچھ نہیں تھا۔ تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نماز پڑھ لو اِس کی۔ لیکن ایک صحابی اَور تھے اُنہوں نے کہا کہ جناب نماز پڑھادیں اِس کی وَعَلَیَّ دَیْنُہٗ [۱] اِس کا قرض جو ہے وہ میں اَدا کردُوں گا تو پھر رسول اللہ ﷺ نے اُس کی نماز پڑھادی۔

نبی علیہ السلام نے صحابہؓ کی اصلاح فرما کر جہالت کی عادتیں ختم کرادیں :

گویا آپس میں جواُن کا طریقہ تھا (جو زمانۂ جاہلیت سے) پُرانا چلا آرہا تھا کسی سے کوئی کام کرالیا مزدُوری نہیں دی کوئی اُدھار لے لیا اَور کہہ دیا کہ اَب جو مانگے گا دیکھا جائے گا ہمت ہے تو لے کر دکھائے ہم سے، دیکھتے ہیں کیسے لیتا ہے یہ ہم سے وغیرہ یہ جہالت کی چیزیں تھیں جیسے غنڈہ گردی ہو ایک طرح کی یہ اُن میں بڑے بڑے لوگ کیا کرتے تھے۔ یہی عاص تھا عاص ابن وائل سہمی، حضرتِ خباب رضی اللہ عنہ یہ زمانۂ ابتدائے اِسلام میں بھی لوہار تھے لوہے کا کام کیا کرتے تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو اُس نے آرڈر دیا اَور بنا کے اُنہوں نے پہنچادی چیزیں، پیسوں کا تقاضا کیا تو اَکڑ گیا ٹلاتا رہا پھر کہنے لگا کہ لَا اُعْطِیْكَ حَتّٰی تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ میں تمہیں اُس وقت دُوں گا جب تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دو اُن کی نبوت کا اِنکار کرو تو میں دُوں گا یعنی جو تم ایمان لائے ہو اِس سے ہٹو۔ اُنہوں نے کہا کہ نہیں لَا اَکْفُرُ حَتّٰی تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثَ نہیں میں اسلام پر جما رہوں گا کفر پر نہیں آؤں گا اِنکار نہیں کروں گا اُن کی نبوت کا حَتّٰی کہ تو مرے اَور تو دوبارہ زندہ ہو قیامت کے دن۔ وہ بہت ہوشیار تھا حاضر دماغ حاضر جواب تھا کہنے لگا جب قیامت کے دن زندہ ہوں گا فَسَاُوْتٰی مَالًا وَّوَلَدًا [۲] وہاں پھر میرے پاس مال بھی ہوگا اَولاد بھی ہوگی وہاں دے دُوں گا تمہیں، نہیں دِیے پیسے، بڑے بڑے شریف لوگ جو کہ سردار تھے اَور سرداروں میں یہ بد دماغی، بدمعاملگی، نہ دینا، لے لیے دِیے ہی نہیں یہ عام تھیں اِس طرح کی چیزیں [۳] رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بہت زیادہ

---

[۱] بخاری شریف ج ۱ ص ۳۲۳ [۲] بخاری شریف ج ۱ ص ۲۸۱ و ۳۰۴

[۳] اِسی طرح کے کام آج کل غریب مسلمانوں کو قادیانی، عیسائی، آغا خانی بنانے کے لیے این جی اَوز کررہی ہیں۔

تنبیہ کی کہ یہ عادتیں چھوڑو کسی کی ایک پائی بھی ہے تو دینی پڑے گی۔

تقسیم سے پہلے اپنے طور پر مالِ غنیمت سے کوئی نہیں لے سکتا :

مالِ غنیمت میں سے ایک صاحب نے کچھ لے لیا کوئی چیز کسی طرح کی عام معمولی چیز تو رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ یہ تو جائز ہی نہیں ہے۔ تو کوئی چھوٹی سی چھوٹی چیز بھی ہو جب تک وہ تقسیم نہ ہو جائے اُس وقت تک وہ ایک آدمی کی نہیں ہوسکتی اگر ایک آدمی اُس میں سے کوئی چیز لے لیتا ہے تو اُس نے سب کی خیانت کی۔ تو واقعات اِس طرح کے گزرے ہیں ایسے عجیب کہ جن سے صحابۂ کرامؓ ڈر گئے۔

مالِ غنیمت میں خیانت کا وبال :

ایک صاحب تھے رسول اللہ ﷺ کا کجاوہ کسا کرتے تھے وہ خادم تھے یا غلام تھے بہرحال وہ کجاوہ کس رہے تھے یا کیا کر رہے تھے؟ اچانک ایک تیر لگا آکر ایسے کہ اُن کا انتقال ہوگیا۔ اَب لوگوں نے کہا **هَنِيْئًا لَّهُ الشَّهَادَةُ** اِس کے لیے شہادت مبارک ہو۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے شہادت سے واقفیت جو دِلا دی ہے اُس کی بناء پر اِن میں موت کا ڈر ختم ہوگیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہے **كَلَّا اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِيْ غَلَّهَا لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا** [۱] یہ جو اِس نے چادر کوئی لے لی تھی وہ اِس نے خیانت کی تھی تقسیم نہیں ہوئی تھی وہ تقسیمِ مال کے بغیر اُس سے پہلے ہی اِس نے وہ چُرالی تھی چھپالی تھی وہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اِس کے اُوپر آگ بن کر جل رہی ہے **لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا** تو پھر پتا چلا دیکھا تلاش کیا تو واقعی اُس کے پاس ایسی چیز تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِس کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے۔

جب یہ اعلان فرمایا تھا آپ نے تو اُس وقت ایک صاحب کوئی چیز لے آئے کہ یہ جناب ذرا سی چیز ہے۔ ایک اَور صاحب تھے وہ تسمہ لے آئے جوتے کا ایک تھا یا دو تھے تسمے، تو آپ ﷺ نے دونوں کو یا یہ فرمایا یا یہ فرمایا۔ اگر ایک تھا تو **شِرَاكٌ مِّنْ نَّارٍ** یا فرمایا **شِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ** وہ جوڑا تھا اگر تو اُس کے بارے میں یہ فرمایا کہ یہ تو جہنم کے ہیں، تو بالکل خیانت نہیں کرسکتا مالِ غنیمت میں، سوئی بھی نہیں لے سکتا اُس سے، جب تقسیم ہو جائے بس پھر ٹھیک ہے پھر تمہارے حصّے میں جو چیز آئی وہ بالکل حلال ہے اَور بابرکت بھی ہے ورنہ یہ حال ہے کہ وہ نار ہے آگ ہے وہ۔

---

[۱] مشکٰوۃ شریف ص ۳۴۹

صداقت و دیانت ...... بگڑے ہوئے سدھر گئے :

تو رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اُن لوگوں کو زمانۂ جاہلیت کی چیزوں سے نکال لیا آخرت اُن کے سامنے رہتی تھی اَور کوئی بد دیانتی اُن کے اَندر نہیں رہی اَدنی سے اَدنی بد دیانتی بھی نہیں رہی سوئی کے بھی وہ رَوادار نہیں رہے کسی حقیر چیز کو بھی اِدھر سے اُدھر کر دیں اُدھر سے اِدھر کر دیں نہیں، یہ اِدھر ہی رہے گی اِدھر سے اُدھر نہیں جا سکتی حالانکہ حقیر ترین چیز ہے۔ تو بڑی چیز کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ اَور یہی صحابۂ کرامؓ ہیں کسریٰ کا محل یہ دریا پار بھی تھا اَور اِدھر بھی تھا بغداد کی طرف جب وہ فتح ہوا ہے تو بڑی بڑی سونے کی بہت بڑی چیزیں ایک صاحب لائے، لاکر حضرتِ سعد ابنِ ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں اِتنی بڑی بڑی قیمتی چیزیں کسی نے اُن میں سے ایک چیز بھی نہیں لی جواہرات میں سے ایک دانہ بھی نہیں لیا۔

خدائی نصرت ...... دریا میں گھوڑے اُتار دیے :

خدا کی نصرت اُن کے ساتھ تھی اِسی لیے وہ دریا پار کیا ہے۔ اَور دریا میں طغیانی تھی وہ لوگ غافل تھے کہ طغیانی میں بغداد کے اس طرف تو آ ہی نہیں سکتے۔ تو صحابہؓ نے غور کیا غور کرتے رہے دُعاء کرتے رہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ پھر اُن کے ذہن میں یہی آیا کہ ایسے کرو اِسی دریا ہی میں چلو وہ چلے گھوڑے بھی تیرے اُن کے، اَور گھوڑا ایسا تیرنے والا جانور نہیں ہے کہ بیٹھا رہے سوار اَور سامان بھی لدا رہے اَور وہ تیرتا بھی رہے، تھوڑا تو تیر لیتا ہے اَور بھینس خوب تیر لیتی ہے گھوڑا نہیں تیر سکتا اِس طرح سے اِتنا وقت۔ وہ دریا گہرا تھا جہاں گہرا تھا وہاں بھی اللہ نے اُس کو گہرا نہیں رکھا اُن کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے آسان فرما دیا اَور کسی کا کوئی سامان گُم نہیں ہوا۔

کامل اطاعت کی برکت، دُشمن ڈر گیا اَور ہتھیار ڈال دیے :

ایک آدمی کا ایک پیالہ گُم ہو گیا اُسے لوگوں نے کہا کہ یہ کیوں گُم ہوا ہے تیرا پیالہ؟ کیا وجہ ہے جو گُم ہو گیا؟ اُس نے کہا کہ میں نے کوئی نافرمانی خدا کی نہیں کی ہے اَور مجھے اُمید ہے کہ مل جائے گا پھر وہ پیالہ بھی مل گیا۔ وہ کسی جھاڑی میں اَٹک گیا تھا اِن لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ یہ (طوفان کے باوجود دریا پار کر کے) اِدھر آ رہے ہیں تو ہتھیار ہی ڈال دیے کوئی لڑا بھی نہیں اِن سے اَور ایسے لوگوں سے لڑا بھی نہیں جا سکتا۔

تو اُن لوگوں میں دیانتداری اِتنی آگئی اَور پہلے وہ حال تھا کہ رسول اللہ ﷺ مقروض پر نماز نہیں پڑھتے تھے لیکن جب ذہن نشین ہوگیا مسئلہ اَور اہمیت لوگوں کے سامنے آگئی کہ رسول اللہ ﷺ موجود ہوں اَور اِنکار کردیں نماز پڑھنے سے اُس کی یہ تو اُن کے لیے سب سے بڑے اَلَم کی بات ہے دُکھ کی بات ہے اُس کے بعد تو کوئی اِس طرح سے ہوا نہیں ہوگا قصہ خود بخود بھی نہیں ہوا ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کے اشارے پر چلتے تھے وہ ایسی چیز کے بعد کہاں ایسا کرسکتے تھے تو عادت ٹھیک ہوگئی۔

سب سے پہلی فلاحی مملکت :

ایک دَم جب ٹھیک ہوگئے اَور اِدھر رسول اللہ ﷺ کے پاس مالِ غنیمت بھی آیا بیت المال میں تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اَب جس کا انتقال ہوجائے تو میں اُس کی نماز پڑھ دُوں گا اَور اگر کوئی بچے چھوڑ جائے ضَیَاعًا اَوْ کَلًّا فَاِلَیَّ. وَ مَنْ تَرَکَ مَالًا فَلِوَرَثَتِہٖ جو کوئی مال چھوڑ جائے تو اُس کے وارثوں کا وہ ہے اَور اگر کوئی آدمی مقروض بے روزگار مرجائے بچے اُس کے ایسے ہوں کہ اُن کا کوئی سہارا نہ ہو فَاِلَیَّ [1] تو وہ میرے ذمہ ہے۔

''خُمس'' حاجت مندوں میں تقسیم ہوجاتا، اَزواجِ مطہرات بھی سب خرچ کردیتی تھیں :

خود رسول اللہ ﷺ نے ایسے کیا آپ کا جو خُمس آتا تھا مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ تو وہ اِسی طرح سے خرچ ہوجاتا تھا گھر میں تو کوئی چیز رہتی نہیں تھی خود بھی ایسے ہی خرچ کرتے تھے اَزواجِ مطہرات بھی ایسے ہی خرچ کرتی تھیں تو یہاں اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا کہ وَلَا اُبَالِیْ . اِسی طرح سے فرمایا کہ اگر تو میرے پاس آئے اَور اتنی ہوں تیری خطائیں کہ جس سے زمین بھر جائے اَور پھر میرے پاس تو آتا ہے اَور لَا تُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا شرک نہ ہو تیرے پاس تو میں تیرے لیے اِتنی ہی زیادہ مغفرت اپنی عطا فرماؤں گا اَور نوازُوں گا۔ [2]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِسلام پر استقامت دے، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اَور اپنی رضا اَور رحمت سے نوازے، آمین۔ اختتامی دُعاء.................................

---

[1] بخاری شریف ج ۱ ص ۳۲۳ (مفہوم) [2] مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۴

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمہ اللہ ﴾

☆ آفات سے تحفظ کے لیے دُرُوْدِ تُنَجِّیْنَا روزانہ ستر مرتبہ پڑھا کریں۔

دَرُوْدِ تُنَجِّیْنَا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ .

☆ یہ بات صحیح ہے کہ بادشاہانِ دہلی کی طرف سے تقریبًا چوبیس گاؤں ہمارے اَسلاف کو ملے تھے۔ باون گاؤں کی تقسیم تین خاندانوں پر ہوئی تھی اُن میں سے یہ مقدار ہمارے اَسلاف کو ملی تھی یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ یہ گاؤں خانقاہ کے مصارف کے لیے دیے گئے تھے۔

☆ کیا کروں کہ اہلِ چشت کا دریوزہ گر [1] ہوں، اُن کی نسب اپنا کھیل اَور رنگ دکھاتی ہے۔

☆ میرے محترم ! جس قدر مطلوب بڑا ہوتا ہے اُسی قدر اُس کے لیے شاق [2] کا برداشت کرنا ضروری ہے اور لازم ہوتا ہے اُسی قدر عالی حوصلگی اور عالی ہمتی لازم ہوتی ہے، بیشک نفس بھاگے گا اُس کو دو منٹ بیٹھنا دُشوار ہوگا مگر اُس کو مغلوب کیجیے انشاء اللہ جلد اَز جلد رحمتِ الٰہی شامل حال ہوگی۔ چھوٹے بچے کو بھی قاعدہ پڑھتے ہوئے دل تنگی پیش آتی ہے مگر آہستہ آہستہ متعود [3] ہوجاتا ہے اور طبعی رغبت پیدا ہوجاتی ہے۔

---

[1] بھکاری [2] مشقت [3] عادی

☆ تاریخ بتلاتی ہے کہ ہندوستان میں ابتداءً جب مسلمان آئے عام طور پر اہلِ ہند بودھ مذہب رکھتے تھے اور چھوت چھات تو درکنار بیاہ شادی تک بخوشی کرتے تھے جس طرح برہما، سیام، چین کھاسیا پہاڑوں وغیرہ میں رائج ہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اختلاط نے نہایت قوی تاثیر کی، خاندان کے خاندان مسلمان ہوگئے مغربی پنجاب سندھ میں مسلمانوں کی زیادتی کا بڑا راز یہی ہے اِس کے بعد جب محمود غزنوی مرحوم کا زمانہ آتا ہے تو ہندوؤں میں مختلف اَحوال کی وجہ سے اشتعال پیدا ہوتا ہے اور شنکراچاریہ عام مذہب ہند کو بودھ مذہب سے نکال کر برہمنی بناتا ہے اور حکومت بودھ کی کمزوری کی بنا پر جو کہ افغانستان، بلوچستان، سندھ، لاہور سے فنا کردی گئی تھی اَور وسطِ ہند کے بھی بودھ رجواڑے محمود مرحوم کے پے در پے حملوں سے یکسر کمزور ہوگئے تھے شنکراچاریہ کو عوام پر بڑی کامیابی حاصل ہوجاتی ہے چاروں طرف دَبے ہوئے برہمن جن کو بودھوں نے تقریبًا دفن کردیا تھا اُٹھ پڑتے ہیں اور تھوڑی سی مدت میں پھر برہمنی مذہب اقطار ہند میں پھیل جاتا ہے لوگ اسی کے دلدادہ ہوجاتے ہیں برہمن چونکہ دیکھ رہے تھے کہ اسلام کا سیلاب اختلاط کی بنا پر اُن کے اقتدار ہی کو نہیں مذہب کو بھی مٹا رہا ہے جس کی بنا پر اُن کی مذہبی اور دُنیاوی سیادتوں کا خاتمہ ہوجائے گا اس لیے اُنہوں نے عوام میں نفرت کا پروپیگنڈہ پھیلایا اور مسلمانوں کو ''مَلیچھ'' [1] کا خطاب دیا۔

گاؤکُشی اور گوشت خوری کو اِس کے لیے ذریعہ بنایا عوام ہند کی ذہنیت ہمیشہ سے تارکینِ دُنیا کی پرستش کرنے والی واقع ہوئی ہے خصوصًا ہندو ذہنیت جس قدر سادھو اور فقیر کی پرستش کرتی ہے وہ اظہر من الشّمس ہے یہ ذہنیت بہت جلد شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک پھیل گئی اور وہ اِس میں کامیاب ہوگئے چونکہ اِسلامی قوت سے اُن کو مقابلہ میں باوجود مساعی عظیمہ کامیابی نہیں ہوئی اِس لیے اِسی طریقہ پر اُن کی جدوجہد محصور ہوگئی اور اِسی کو اُنہوں نے آلہ کار مدافعت بالقوی بھی بنانا چاہا۔ بادشاہانِ اسلام نے اوّلاً اِس طرف توجہ ہی نہیں کی بلکہ وہ تمام باتوں کا قوت سے مقابلہ کرتے رہے مگر شاہانِ مغلیہ کو ضرور اِس طرف التفات ہوا خصوصًا اکبر نے اس خیال اور اِس عقیدے کو جڑ سے اُکھاڑنا چاہا اور اگر اِس کے جیسے چند بادشاہ اور بھی ہوجاتے یا کم اَزکم اُس کی جاری کردہ پالیسی جاری رہنے پاتی تو ضرور بالضرور برہمنوں کی یہ چال مدفون ہوجاتی اور اِسلام کے دلدادہ آج ہندوستان میں اکثریت میں ہوتے۔ اکبر نے نہ صرف اَشخاص پر قبضہ

---

[1] پلید، میلا، ناپاک، غلیظ، ناپاک قوم، جنگلی آدمی، وحشی آدمی، کافر، بے دین۔

کیا تھا بلکہ عام ہندو ذہنیت اور منافرت کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا تھا مگر اُدھر تو اکبر نے نفس دین اسلام میں بھی کچھ غلطیاں کیں جن سے مسلم طبقہ کو اُس سے بدظنی ہوئی اگرچہ بہت سے بدظنی کرنے والے غافل اور ناسمجھ تھے۔ اِدھر اپنی ناکامی دیکھ کر برہمنوں کے غیظ وغضب میں اشتعال پیدا ہوا اُدھر یورپین قومیں خصوصًا انگلستان کو اپنے مقاصد میں کامیابی کا ذریعہ تلاش کرنا پڑا اور سب سے بڑا ذریعہ اُس کا منافرت بین الاقوام تھا اور ہے آپ سیواجی کی تاریخ اور سکھوں کی کارروائیوں اور صوبہ جات کے باغیانہ کارناموں، لارڈ کلایو کے بنگال وغیرہ میں بذریعہ ہندو قوم فتح مندیوں میں اِس ہاتھ کو بہت زیادہ کھیلتے ہوئے پائیں گے آج ہماری مہربان گورنمنٹ اِن کے ذریعہ بہت کامیاب ہورہی ہے اِس بنا پر اگرچہ بڑے درجہ تک برہمنوں نے مسلمانوں سے اپنی قوم کو محفوظ رکھا مگر اُس نے اِن کی متحدہ قومیت کا بھی شیرازہ بکھیر دیا اور خود اُن میں بھی چھوت چھات کا عقیدہ جہلاء نے پیدا کر دیا حتی کہ بعض خاندان برہمنوں کے بھی دُوسرے برہمن سے چھوت چھات کرنے لگے

☆ کفر نے کبھی اِسلام سے عدل وانصاف نہیں کیا۔ اِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ لَا یَرْقُبُوْا فِیْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۔ (الآیة) وغیرہ شاہدِ عدل ہیں مگر اِسلام نے انصاف عدل واحسان کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا اور نہ چھوڑنا مناسب تھا اگرچہ انتقامیہ جذبات بہت کچھ چاہتے تھے۔ اگر بعض دُنیا اَور بادشاہوں نے کوئی ظلم وستم کیا ہے تو وہ اُس کے ذمہ دار ہیں اِسلام اُن کا رَوادار نہیں۔

☆ مسائل میں اعتقاد کو جگہ نہ دینی چاہیے بلکہ حتی الوسع اطمینان حاصل کرنا چاہیے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجیے اَور ذکر وفکر میں لگے رہیے۔

عاقبت روزے بیابی کام را

☆ اِس حدیث (نور) کی سند میں .... گفتگو ہے۔ اگرچہ صوفیا کرام اَور محققین اہلِ کشف اِس کے قائل ہیں مگر اِس کی تحقیق وتفصیل فہمِ عوام تو درکنار خواص سے بھی بالاتر ہے۔ اِس پر تقریر اَور بحث کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ یُّكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ' کے خلاف ہے۔

(ماخوذ اَز : ملفوظات حضرت مدنیؒ ص ۱۲۲)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۳۱، قسط : ۱۳

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔(اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رحمہ اللہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [1]

22 - 3 - 81

محترم المقام حضرت مولانا صاحب زید مجدکم العالی

السلام علیکم

شروع مارچ میں آپ کا گرامی نامہ باعثِ شرف ہوا تھا۔جواب چار روز میں مکمل کر دیا تھا مگر نقل کرنے میں کافی عرصہ لگ گیا۔میرے ہاتھ میں رعشہ ہے نقل کا اکثر کام میرا بھتیجا کرتا ہے اُس نے یہ خط اپنے پیڈ پر ہی نقل کر دیا ہے اِسی طرح بھیج رہا ہوں۔جب وہ نقل کر کے لے آئے تو مولوی الیف اللہ صاحب نے پہلے حصہ میں ترمیم کر دی اِس لیے پہلا صفحہ بدلنا پڑا اور نمبر پورا کر کے لکھنا پڑا اِن وجوہ سے غیر ضروری تعویق ہو گئی۔

جس حصے میں اختلاف ہو نمبر دینا کافی ہے عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

---

[1] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل ۲۰۰۸ء کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمہ اللہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔پیشِ نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔(ادارہ)

اُمید ہے کہ مع اہل وعیال خیریت سے ہوں گے۔ جب پہلا مقدمہ طے ہوجائے گا تو آگے چلوں گا عمر کے تقاضے سے گھٹنوں میں درد ہے ذرا طبعیت ٹھیک ہو تو ایک دِن کے لیے لاہور آنا ہے، بغیر ساتھی کے سفر بھی دُشوار ہے۔ دُعا کیجئے اللہ تعالیٰ آپ سے ملاقات کا موقع دے۔

دُعا گو

نیاز احمد

نوٹ : میں نے یہ خط فوٹوسٹیٹ کرالیا ہے وہی بھیج رہا ہوں۔ نیاز احمد

22 - 3 -81

محترمی حضرت مولانا صاحب! دام فضلکم

السلام علیکم

ا۔ میرا اِرادہ تو یہ تھا کہ مختصر راستے سے ہم جلدی نتیجہ تک پہنچیں۔ میں نے لکھا بھی تھا کہ چار مقدمات کے بعد اثباتی دلائل لکھوں گا۔ پہلا مقدمہ یہ ہے کہ روایتِ ہشام اَصل ہے باقی متابع یا مؤید ہیں۔ آپ نے اَب تک اِسے تسلیم نہیں فرمایا طویل خط و کتابت کے بعد بھی ہم چلے تھے جہاں سے وہیں کے وہیں ہیں۔ اَب میں نے اختصار کو ختم کردیا ہے۔ اَب ہر ہر چیز پر مفصل بحث کروں گا۔

تمہید :

۲۔ میں نے اپنے کام کی ابتداء اِس بات سے کی تھی کہ صحاح ستہ کی روایات سے احتجاج کروں گا دُوسرے درجے کی کتابوں سے روایت قبول نہیں کروں گا مگر روایتِ ہشام بن عروہ کا استقصاء کرتے ہوئے خیال آیا کہ حدیث کی کتابوں سے اِس روایتِ ہشام بن عروہ کے تمام رُواۃ کو تلاش کرکے جمع کرلیا جائے۔ اِس لیے کتاب الام اور بیہقی پھر مسند امام احمد سے اِس روایت کی اسناد کو دیکھا۔ اِس لیے اَب میں اِس سلسلے میں صحاح ستہ کے حوالہ جات قبول کروں گا اُس کے بعد کتاب الام، دارمی اور مسندِ امام احمد کے۔

۳۔ یہ بات ابتداء سے میرے ذہن نشین نہیں تھی۔ ہاں ! اتنی بات ضرور تھی کہ نابالغی کی بنا کو فطرتِ سلیمہ ویسے قبول نہیں کرتی اِس لیے اُس کی توجیہ موجود تھی کہ حضرت عائشہ ۹ سال کی عمر میں بالغہ تھیں اور

تاریخ میں کچھ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ کم عمری میں نکاح ہوا، کم عمری میں اَولاد ہوگئی اِس لیے طبیعت میں اگر کچھ خلش ہوگی تو اِس سے جاتی رہی۔

پھر میں تو آپ سے عرض کر چکا ہوں میں اِس فن کا آدمی نہیں تھا ابتداء سے جن فنون میں درک تھا وہ منطق اور فلسفہ دُوسرے درجے پر اَدب تھا۔ یہ تو میں نے بعد میں روایتِ تزوج کو صحاح ستہ سے جمع کیا اور جمع کر کے ترتیب کے خیال سے الفاظِ روایت اور اِختلافِ روایت کو دیکھا تو خیال ہوا کہ اِس کا اِحاطہ کر لینا چاہیے کہ حضرت عائشہؓ کے اَصل الفاظ کیا تھے۔ جب اِس مرحلے پر پہنچا تو سوچا کہ اَسناد کو دیکھ لوں جب اِس روایت کے تمام رجال کو دیکھا تو بہت سے نئے گوشے سامنے آئے۔ پھر کتبِ اصولِ حدیث کو دوبارہ پڑھا اور اُس کے بعد ضوابط ذہن نشین کیے۔ پھر رجال کی چھان بین کر کے اُنہیں لکھ لیا۔ اِن سب معلومات کو جب یکجا کیا تو نتیجہ اپنے مسلّمات کے خلاف برآمد ہوا۔ مزید مطالعہ کیا اور معاملہ وسیع تر ہوتا چلا گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی جہاں اَب میں ہوں۔

میں منکرینِ حدیث پر تین حرف بھیجتا ہوں اِس سے بچنے کے لیے اَب تک کوئی چیز شائع نہیں کی۔ مگر محدثین کے اصول پر کسی روایت کی دیکھ بھال کو اہل علم کا حق خیال کرتا ہوں اور اِسی خیال سے یہ کام کیا۔

۴۔ رہا موُدودی صاحب کا معاملہ! وہ میرے قدیم مہربان تھے میں اُن سے ''الجمعیة '' کی ایڈیٹری کے دور سے واقف تھا۔ پھر میرے ایک عزیز دوست اُن کے رسالے کے کاتب تھے اُن کی وجہ سے اُن سے ملاقات رہتی تھی۔ بعض مسائل پر اُن سے خط وکتابت بھی رہی۔ لاہور جاتے تو اُن سے سیاسی امور پر بات کرنے چلے جاتے۔ پہلی ختمِ نبوت ۵۳ کی تحریک کے موقع پر اُن سے اکثر ملاقاتیں رہیں۔ وہ سرگودھے آتے تو اپنے حلقے میں ٹھیرتے تو بلا لیتے۔ پھر غالباً ۱۹۶۶ء میں یہاں آئے تو مجھے بلایا۔ میں نے کہا کہ میں اپنا ایک مضمون دکھانا چاہتا ہوں فرمانے لگے لاہور آجاؤ۔ میں نہ جاسکا۔ پھر حضرت عثمانؓ کے معاملے میں میں نے اُنہیں سخت خط لکھا۔ غلافِ کعبہ کی زیارت کے بارے میں تلخ خط وکتابت ہوئی۔ وہ میرے پاس ہے پھر میں نے اُن کی تفسیر پر کچھ استفسار اُن سے کیے۔ اُس میں بھی کچھ تلخی ہوئی وہ بھی میرے پاس ہے۔

بہر حال اُن کی حضرت عثمان سے بدظنی کے اسباب اور ہیں وہ علمی اور تاریخی نہیں ہیں نفسیاتی ہیں اللہ تعالیٰ اُنہیں معاف فرمائے۔ یہ روایتِ تزوج اپنی ماہیت کے اعتبار سے خبر واحد میں شامل ہے۔ کیونکہ یہ

خبر متواتر تو ہے نہیں۔ متواتر میں تو شروع ہی سے بیان کرنے والوں کی بڑی تعداد ہوتی ہے۔ جن کا جھوٹ پر جمع ہونا، بھول جانا، دھوکہ دینا مستبعد ہوتا ہے۔ اِس روایت کی یہ شان نہیں ہے۔ اِس کے بعد پھر مشہور، عزیز وغیرہ آحاد ہی کی اقسام ہیں۔

ہم نے کتبِ صحاح ستہ میں اس روایت کو تلاش کیا تو ترمذی میں یہ روایت مذکور ہی نہیں ہے۔ حالانکہ ترمذی کتاب المذاہب ہے۔ گویا اُنہوں نے سرے سے اِس روایت کو قابلِ اعتبار خیال نہیں کیا یا اُن کے نزدیک اِس میں کوئی علتِ خفیہ قادحہ ایسی تھی جو اِس روایت کو قبول کرنے سے مانع تھی۔

۶۔ پھر ہم نے بخاری کو دیکھا اِس میں یہ روایت ہشام بن عروہ سے منقول ہے بخاری نے اِس روایتِ ہشام کو چار راویوں کے واسطے سے بیان کیا۔ علی بن مسہر سے، ابواُسامہ سے، سفیان سے، وہب سے یعنی روایت میں تعدد ہشام سے نیچے ہے۔ یعنی ہشام کے تلامیذ ایک دُوسرے کے مؤید ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ بخاریؒ کے نزدیک یہی قوی اور اَصل روایت ہے۔ بذاتِ خود یہ سند ثبوتِ روایت کے لیے کافی ہے۔

بخاریؒ نے اَور روایات کو ترک کر دیا کیونکہ اُن کے نزدیک اِن میں ضرور کوئی خرابی ہوگی جو روایت کو قبول کرنے میں مانع تھی۔ امام بخاری نے چھ لاکھ اَحادیث میں سے اپنی کتاب میں درج کرنے کے لیے اِس روایت کا انتخاب کیا۔ روایتِ اسود، روایتِ ابوعبیدہ وغیرہ ضرور اُنہیں پہنچی ہوں گی۔ کیونکہ صحاح ستہ کے مصنفین تمام ہم عصر ہیں جب اَوروں نے دُوسری روایتیں درج کی ہیں تو ضرور امام بخاری کو بھی یہ روایات پہنچی ہوں گی۔

پھر مسلم نے بھی اِس باب میں پہلے ہشام بن عروہ کا ذکر کیا ہے مندرجہ ذیل رُواۃ کے ذریعہ

اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ اَبِیْ مُعَاوِیَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ نُمَیْرٍ عَنْ هِشَامٍ پھر عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ۔

۷۔ پھر ابوداوٗد نے بھی صرف ہشام بن عروہ کی روایت کا ذکر کیا۔ حماد بن زید کے ذریعہ، اور اُس باب میں روایتِ ہشام کو کافی خیال کیا۔

۸۔ کتاب الام میں امام شافعی نے ہشام بن عروہ کی روایت کو لیا سفیان بن عیینہ کے ذریعہ۔

اِن تینوں نے ہشام ہی کو اَصل خیال کیا اور قبول کیا اور خبر واحد سمجھ کر قبول کیا۔ کیونکہ اُن کے نزدیک تو اِس سند کے سوا اَور کسی سند سے یہ روایت ثابت ہی نہیں اور ہر مصنف نے اپنی ذات سے اُوپر ہشام

بن عروہ تک پوری سند بیان کردی۔

۹۔ مسلم کی اِس روایت میں بھی تعدد ہشام سے نیچے ہے۔یعنی ہشام کے راوی ایک دُوسرے کے مؤید ہیں۔مسلم میں ہشام کی اِس روایت میں جو ابواُسامہ سے منقول ہے، ایک راوی ابوبکر بن ابی شیبہ بھی ہیں۔یعنی روایت ہشام ابوبکر عن ابی اُسامہ عن ھشام بن عروہ منقول ہے۔ پھر امام مسلم نے دُوسری روایت اَسود عن عائشہ کا ذکر کیا یعنی اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ کا ذکر کیا۔ اِس روایت میں ابومعاویہ سے نیچے ابوبکر بن شیبہ بھی ہیں یعنی ابوبکر سے ابواُسامہ کی روایت بھی منقول ہے۔اور ابومعاویہ عن الاعمش بھی منقول ہے۔

اَب مسلم کے نزدیک حضرت عائشہؓ سے دوراوی ہیں عروہ اور اَسود،اور کسی روایت کا اُنہوں نے ذکر نہیں کیا بلکہ ناقابلِ اعتبار خیال کر کے ترک کردیا۔

امام مسلم بھی نسائی اور ابن ماجہ کے ہم عصر ہیں اِن کی روایات امام مسلم کو بھی معلوم ہوں گی مسلم کے نزدیک بھی یہ روایت خبرآحاد میں شامل ہے دوسندوں کے آنے سے روایت مشہور نہیں ہوجاتی۔

۱۰۔ ابن ماجہ نے پہلے روایتِ ہشام کا ذکر صرف علی بن مسہر کے ذریعہ کیا پھر ابوعبیدہ کی روایت کا ذکر کیا۔ابن ماجہ کے نزدیک حضرت عائشہ سے صرف دوراوی ہیں عروہ اور ابوعبیدہ۔اَسود کی روایت کو اُنہوں نے قابلِ اعتبار خیال نہیں کیا اِس لیے ذکر ہی نہیں کیا۔ یہ صحاح ستہ کے آخری مصنف ہیں ۳۰۳ھ میں اِن کا انتقال ہوا۔

۱۱۔ نسائی نے سب سے پہلے ہشام بن عروہ کی روایت کا ذکر دوواسطوں سے کیا۔ابومعاویہ عن ہشام اور جعفر بن سلیمان عن ہشام پھر ابوعبیدہ عن عائشہؓ پھر الاسود عن عائشہ پھر ابوسلمہ عن عائشہ۔یعنی نسائی کے نزدیک چارراوی ہوگئے : عروہ،ابوعبیدہ،اسود اور ابوسلمہ۔

صحاح ستہ میں صرف یہ ایک مصنف ہیں جنہوں نے حضرت عائشہ سے چارراویوں کے سماع کی روایت بیان کی ہے صرف ایک مصنف کے اِس بیان سے یہ روایت شہرت کے درجہ کو نہیں پہنچ جاتی۔

روایت ابوسلمہ کو صحاح ستہ میں صرف نسائی نے ذکر کیا اَور وہ بھی بطورِ مؤید روایت ہشام۔یعنی ۳۰۳ھ میں اہل علم کے علم میں یہ بات آئی کہ حضرت عائشہ سے اِس روایت کے چارراوی ہیں۔اور اُن میں

قوی روایت ہشام بن عروہ کی ہے۔

۱۲۔ ابن ماجہ بعد میں تصنیف ہوئی اِس میں پہلے روایتِ ہشام کو پھر ابوعبیدہ کوفی کی روایت کا ذکر کیا گیا۔اور روایتِ اسود و ابوسلمہ کو ترک کر دیا گیا۔یعنی ابن ماجہ نے دوراویوں کی روایت کو قابلِ استناد خیال کیا۔پہلی ہشام ابن عروہ کی دُوسری ابوعبیدہ کی۔پہلی اَصل ہے دُوسری مؤید۔ابن ماجہ کی وفات ۳۰۳ھ ہے۔

۱۳۔ جس طرح یہ روایت صحاح ستہ میں مذکور ہے اِس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اِس روایت کو اُن مصنفین نے خبر واحد کے طور پر لیا اور سب نے روایتِ ہشام کو اَصل خیال کیا۔کیونکہ سب نے پہلے اِسے ذکر کیا اور کسی نے ترک نہیں کیا۔اور بخاری اور ابوداؤد نے صرف روایتِ ہشام کو ذکر کیا اور کسی روایت کو قبول ہی نہیں کیا۔

۱۴۔ اِن محدثین کے نزدیک روایتِ ہشام میں تعدد ہشام سے نیچے ہے۔اِس سے اُوپر نہیں ہے۔اِس میں شہرت کی کیفیت بعد میں پیدا ہوئی۔

۱۵۔ کوئی بھی روایت جب جس کسی کتاب میں آجائے تو اُس کے بعد تو وہ متواتر ہوتی ہے۔اُس کا علم چند لوگوں تک محدود نہیں رہتا سب اہلِ علم اُسے پڑھتے ہیں۔

۱۶۔ کسی روایت کے کتاب میں آنے سے پہلے اَصل راوی سے مصنف تک روایت کو پرکھا جاتا ہے۔یعنی جس اَسناد سے وہ روایت کتاب میں مذکور ہوتی ہے ہر سند کے رُواۃ کو پرکھتے ہیں اور اس اعتبار سے اس پر مشہور، عزیز، صحیح، حسن، غریب اَور ضعیف کا حکم لگاتے ہیں۔

۱۷۔ اس اعتبار سے یہ روایتِ ہشام اَصل اقوی اور راجح قرار پائی ہے۔اور روایتِ اسود اور ابوعبیدہ و ابوسلمہ اِس کی مؤید ہیں۔مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر :

(ا) بخاری، ابوداؤد اور کتاب الام نے صرف اِسی روایت پر بھروسہ کیا ہے۔

(ب) اِس روایت کو سب نے بیان کیا اور باب میں پہلے ذکر کیا کسی نے ترک نہیں کیا۔

(ج) یہ ظاہر ہے جس روایت کو سب ذکر کریں وہ اَقوی اور راجح ہوگی۔

(د) روایتِ اسود کو مسلم اور نسائی نے ذکر کیا وہ بھی بطورِ مؤید کے۔

(ہ) روایتِ ابوعبیدہ کو صرف نسائی اور ابن ماجہ نے بطورِ مؤید روایتِ ہشام کے ذکر کیا

(و) روایتِ ابوسلمہ کو صرف نسائی نے بطورِ مؤید کے ذکر کیا۔

(ز) روایتِ ہشام نے صحاح میں درج ہونے تک شہرت حاصل کر لی تھی۔ صحاح خمسہ میں یہ روایتِ ہشام براہِ راست اُن کے ۱۳ تلامیذ سے منقول ہے۔

(ح) روایتِ اسود اَسود سے معاویہ تک واحد عن واحد ہے۔ روایتِ ابوعبیدہ ابوعبیدہ سے ابن ماجہ تک واحد عن واحد ہے۔ اِسی طرح نسائی تک واحد عن واحد ہے۔ اور روایتِ ابوسلمہ نسائی تک واحد عن واحد ہے۔ ابوسلمہ سے نسائی تک ۶ راوی ہیں، یہ سند ویسے بھی مجروح ہے۔

۱۸۔ آپ نے اَصل اور متابع کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ''ابوبکر نے مصنف میں صرف ابومعاویہ کی روایت کو لیا ہے اُن کے نزدیک یہی اَصل ہے اِس کی تائید **اسرائیل عن الا عمش** سے ہوتی ہے۔''

اِس کے متعلق یہ عرض ہے کہ ہم نے اپنے استناد کو صحاح ستہ تک محدود رکھا ہے۔ اِس لیے یہ استدلال ہم پر لاگو نہیں ہے مگر بحث کو پورا کرنے کے لیے ہم تسلیم کر لیتے ہیں۔

ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ ابوبکر بن شیبہ روایتِ ہشام کے راوی ہیں جیسا کہ مسلم میں ہے اور روایتِ ابومعاویہ عن الاعمش الی اسود کے بھی راوی ہیں یہ بھی مسلم میں ہے۔ اور مسلم نے پہلے ابوبکر کی ہشام والی روایت درج کی ہے جو علامتِ اقوی ہے اور تائید میں ابوبکر کی اسود والی روایت درج کی ہے۔ مسلم نے خود ابوبکر کی دونوں روایتوں میں فرق کر دیا ہے۔ نیز نسائی نے ابوبکر کے شیخ ابومعاویہ سے ہشام بن عروہ کی روایت کو اپنی کتاب میں پہلے نقل کیا ہے پھر تائید میں ابومعاویہ ہی سے **ابو معاویہ عن الا عمش الی اسود** والی روایت بیان کی ہے۔ نسائی نے بھی اَسود کی روایت کو تائیدی درجہ دیا ہے۔

۱۹۔ اِس بیان کی روشنی میں ابوبکر کا اپنا انتخاب دُوسرے درجے کی روایت کا انتخاب ہے۔ چونکہ ابوبکر کے طبقۂ عاشرہ میں بلکہ اُن کے شیخ ابومعاویہ کے طبقۂ ثانیہ میں روایتِ ہشام مشہور ہو چکی تھی اِس لیے اِس روایت کو اَب کسی دُوسرے درجے کی سند سے لے آنا بھی کافی تھا۔ اِس لیے اُنہوں نے اپنی انفرادیت کو ظاہر کرنے کے لیے صرف اسود کی روایت **ابو معاویہ عن الا عمش** کو کافی خیال کیا۔ بایں ہمہ صحاح خمسہ کو مصنف پر ترجیح حاصل ہے اور یہ مسلمات میں سے ہے۔ نیز **ابومعاویہ عن الاسود** سند سافل ہے

اور ھشام بن عروہ والی سند عالی ہے علوِ سند سے متصف ہے۔

۲۰۔ اسرائیل عن الا عمش والی روایت کو جو ابن سعد میں ہے، آپ کا ابو معاویہ عن الا عمش والی کا متابع اوّل فرمانا اور مالک بن سعیر عن الا عمش کو جو معارف بن قتیبہ میں ہے، مزید روایت ابو معاویہ کا مؤید قرار دینا میرے لیے محل تعجب ہے۔ جب آدمی کسی بات کو ثابت کرنے پر تل جاتا ہے اِسی قسم کے استدلال کا سہارا لیتا ہے۔

۲۱۔ محترم! معارف ابن قتیبہ اِس علمی استدلال میں کام آنے والی کتاب نہیں ہے۔

اوّل تو میری تصریح کے مطابق میں نے اپنے استدلال کو صحاح تک اَور دارمی، کتاب الام اور مسندِ امام احمد تک محدود رکھا ہے۔ پھر معارف تو ویسے بھی مختلف فیہ کتاب ہے۔ دُوسرے درجے کی تاریخی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔

مؤید اسرائیل عن الا عمش کے متعلق بھی اوّل یہی عرض ہے کہ یہ حوالہ میری تصریح سے باہر کا حوالہ ہے۔ مگر اِس پر تفصیلی گفتگو کرنا چاہتا ہوں کیونکہ تفصیل میں کئی گوشے میرے مفید مطلب سامنے آئیں گے۔ وباللّٰہ التوفیق۔

آپ نے ابن سعد سے یہ روایت نقل کی ہے مگر اِس روایت کے پہلے راوی کو ترک فرما دیا جو جانِ سند ہے یعنی محمد بن عمر واقدی ۔(جاری ہے)

فرض نماز کے بعد پڑھا جانے والا وظیفہ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللّٰہ، تینتیس مرتبہ الحمد للّٰہ اور تینتیس مرتبہ اللّٰہ اکبر کہتا ہے جنکی مجموعی تعداد ننانوے ہوتی ہے پھر سو کے عدد کو پورا کرنے کے لیے ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ کہتا ہے تو اُس کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔(مسلم شریف ج ۱ ص ۲۱۹)

قسط : ۳

تربیتِ اَولاد

﴿ اَزافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ﴾

زیرِنظر رسالہ ''تربیتِ اولاد'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات کا مرتب مجموعہ ہے جس میں عقل و نقل اور تجربہ کی روشنی میں اَولاد کے ہونے ، نہ ہونے ، ہوکر مرجانے اور حالتِ حمل اور پیدائش سے لے کر زمانۂ بلوغ تک رُوحانی وجسمانی تعلیم وتربیت کے اِسلامی طریقے اور شرعی احکام بتلائے گئے ہیں۔ پیدائش کے بعد پیش آنے والے معاملات ، عقیقہ، ختنہ وغیرہ اُمور تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، مرد عورت کے لیے ماں باپ بننے سے پہلے اور اُس کے بعد اِس کا مطالعہ اولاد کی صحیح رہنمائی کے لیے انشاء اللہ مفید ہوگا۔

اِس کے مطابق عمل کرنے سے اَولاد نہ صرف دُنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی بلکہ ذخیرۂ آخرت بھی ثابت ہوگی اِنشاء اللہ۔ اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

بعض اَولاد وَبالِ جان اور عذاب کا ذریعہ ہوتی ہے :

یاد رکھو! جس طرح اَولاد ہونا نعمت ہے اِسی طرح نہ ہونا بھی نعمت ہے بلکہ جس کے نہ ہوئی ہو یا جس کے ہوکر مرگئی ہو اُس کو اَور بھی زیادہ شکر کرنا چاہیے۔

صاحبو! آج کل کی تو اَولاد عموماً خدا سے غافل رہنے والی ہوتی ہے۔ پس جس کے نہ ہو وہ شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے سب فکروں سے آزاد کیا ہے اُن کو چاہیے کہ اطمینان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کریں۔ بعض لوگوں کے لیے اَولاد عذابِ جان ہوجاتی ہے جیسے منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں :

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (سورۃ توبہ)

''اے محمد (ﷺ) آپ کو اِن کے مال اور اَولاد اچھے معلوم نہ ہوں اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ اِن مالوں اور اَولادوں کی وجہ سے اُن کو اِس دُنیا میں عذاب دیں۔''

واقعی بعض لوگوں کے لیے اَولاد وَبالِ جان ہی ہو جاتی ہے۔ بچپن میں تو اُن کے پیشاب پاخانہ میں نمازیں برباد کرتے ہیں۔ جب بڑے ہو جاتے ہیں تو اُن کے لیے طرح طرح کی فکریں ہو جاتی ہیں کہ اِن کے لیے جائداد ہو روپیہ ہو اور گھر ہو خواہ دین رہے یا نہ رہے لیکن جس طرح بن پڑے گا اِن کے لیے دُنیا سمیٹیں گے اور ہر وقت اِسی دُھن میں رہیں گے۔ حلال وحرام میں بھی کچھ تمیز نہ کریں گے پس ایسی اَولاد کا نہ ہونا ہی نعمت ہے جن لوگوں کے اَولاد نہیں اُن پر خدا کی بڑی نعمت ہے اگر اَولاد ہوتی تو اُن کی کیا حالت ہوتی، واللہ اعلم

جن کی صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں اُن کی تسلی کے لیے ضروری مضمون :

حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ :

حضرات ! آپ کو خوب یاد ہوگا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جس لڑکے کو قتل کر دیا تھا اُس کے لیے اور اُس کے والدین کے لیے (اِس میں بڑی) مصلحت بھی تھی۔

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس لڑکے کے قتل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُس کے والدین کو ایک لڑکی دی جس کی اَولاد میں انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے۔ تو بتلائیے اگر آگے لڑکا ہوتا اور ویسا ہی ہوتا جیسا وہ لڑکا تھا جسے حضرت خضر علیہ السلام نے مار ڈالا تھا تو آپ کیا کر لیتے۔

یہ خدا کی بہت بڑی مصلحت ہے کہ اُس نے آپ کو لڑکیاں دیں کیونکہ عموماً لڑکیاں خاندان کو بدنام نہیں کیا کرتیں اور وَالدین کی اِطاعت بھی خوب کرتی ہیں اَور لڑکے تو آج کل ایسے آزاد ہوتے ہیں کہ خدا کی پناہ ! اُن کے ہونے سے تو نہ ہونا ہی بھلا تھا۔ اَب آج کل اگر حضرت خضر علیہ السلام ایسے کو نہیں مارتے تو اللہ میاں تو ذبح کر سکتے ہیں اَور اللہ کا پیدا نہ کرنا (یا پیدا کر کے موت دے دینا) یہ بھی ایک گونہ ذبح کرنے کے مثل ہے۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ کچھ بھی اَولاد نہ دیں نہ لڑکا نہ لڑکی اُس کے لیے یہی مصلحت ہے کیونکہ بندوں کے مصلحتوں کو اُن سے زیادہ اللہ جانتے ہیں (دیکھیے آج ایک شخص بے فکری سے دین کے کام میں لگا ہوا ہے کیونکہ اُس کے اَولاد نہیں)۔

اَولاد کے پس پشت مصیبتیں اور پریشانیاں :

عورت کے لیے تو بچے کا ہونا سخت مصیبت ہے۔ لوگ کہا کرتے ہیں کہ عورت دوبارہ جنم لیتی ہے۔ مگر مرد کے لیے بھی کم مصیبت نہیں ہے کہ زچہ کی خبر گیری، گوند سونٹھ گھی وغیرہ کے لیے خرچ کی ضرورت ہوتی ہے اور بچہ صاحب جو تشریف لائے ہیں وہ مانند پھول اور پان کے ہیں (یعنی نہایت کمزور) ذرا سے میں کملا جاتے ہیں۔ سرد ہوا لگ گئی تو اَینٹھ گئے اور گرم ہوا لگ گئی (یعنی لُو لگ گئی) تو بھڑک اُٹھے۔ کبھی رونا شروع ہوا تو روئے ہی جاتے ہیں اور یہ پتا نہیں چلتا کہ کیوں روتے ہیں، بچہ حیوان بے زبان ہوتا ہے اپنا دُکھ بیان نہیں کر سکتا۔ علاج بھی قرائن اور قیاس سے (یعنی اَندازے سے) کیا جاتا ہے۔ کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ پیٹ میں درد ہے اِس واسطے روتا ہے لہٰذا گُھٹی دی جاتی ہے اور کبھی خیال ہوتا ہے کہ کان میں درد ہے اس کے واسطے تمبا کو کی پیک کان میں ڈلوائی جاتی ہے، یہ تکلیفیں تو وہ ہیں جو معمولی سمجھی جاتی ہیں اِن کی تدبیریں عورتیں خود ہی کر لیتی ہیں۔

اور کبھی ایسی بیماریاں بچوں کو ہوتی ہیں کہ جو گھر والوں کو سمجھ میں نہیں آتیں اور بڑے بڑے قابل اور تجربہ کار حکیموں اور ڈاکٹروں کو تلاش کرنا پڑتا ہے اور ذرا سے بالشت بھر کے آدمی کے لیے ہزاروں روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے اُس وقت تارے نظر آتے ہیں (دماغ چکرا جاتے ہیں) اور بے ساختہ آدمی کہہ اُٹھتا ہے کہ پہلی اَولاد ہوئی تو ہمیں مار دیا بھلے مانس اِس کا کیا قصور ہے تو ہی نے تو اِسے بلایا ہے۔

غرض کہیں ناک دُکھ رہی ہے کہیں آنکھ دُکھ رہی ہے ذرا سا جی اچھا ہوتا ہے تو اپنی جان میں بھی جان آجاتی ہے اور جب اِس کی طبیعت خراب ہوتی ہے تو اپنی زندگی بھی تلخ ہو جاتی ہے۔'' بین الرجاء والخوف'' یعنی اُمید اور خوف کے درمیان کی زندگی کا لطف آتا ہے (اور درجات کی ترقی ہوتی ہے)۔

خیر خدا خدا کر کے لڑکا بڑا ہوا تو اَب اُس کی شادی ہوئی پھر اُس کی اولاد ہوئی پھر اُس کے اولاد ہوئی اَور سارا دَندھا اَز سرِ نو شروع ہوا۔ جن تکلیفوں سے خدا خدا کر کے کچھ نجات پائی تھی اَب پھر اُن کا آغاز ہوا۔ اگر اُس کی اولاد نہ ہوئی تو اُس کا غم کہ اَولاد کیوں نہیں ہوتی اور اگر ہوئی بھی تو وہ بھی سب ساز و سامان لائی یعنی وہی گُو مُوت۔ یہ عیش و آرام ہے دُنیا کے، یہ اشغال ایسے ہیں کہ جن سے کوئی بھی خالی نہیں حتی کہ لوگوں کی طبیعتیں اِن سے ایسے مانوس ہوگئی ہیں کہ اگر یہ نہ ہوں تو طبیعت گھبراتی ہے کہ کوئی شغل نہیں۔ (جاری ہے)

اُمت ِمسلمہ کی مائیںؓ قسط : ۲

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب ؒ بلند شہری ﴾

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ والدہ کے نام میں اختلاف ہے بعض نے زینب بتایا ہے لیکن وہ اپنی کنیت ''اُمِ رُومان'' سے مشہور ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی صرف یہی ایک بیوی ہیں جن سے کنوارے پن میں آپ نے نکاح کیا۔ اِن کے علاوہ آپ کی تمام بیویاں بیوہ تھیں۔ آنحضرت ﷺ کو نبوت ملنے کے چار پانچ سال بعد اِن کی ولادت ہوئی اور چھ سال کی عمر میں آنحضرت ﷺ سے نکاح ہوا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ نکاح مکہ معظّمہ میں ہوا اَور رُخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں نو سال رہیں جس وقت سیدِ عالم ﷺ نے **مَلَاءِ الْاَعْلٰی** کا سفر اختیار فرمایا اُس وقت اِن کی عمر ۱۸ سال تھی۔ (اصابہ۔ جمع الفوائد۔ بخاری شریف)

نکاح :

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو حضرت خولہ بنتِ حکیم رضی اللہ عنہا نے سیدِ عالم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ! کیا آپ نکاح نہیں کرلیتے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کس سے؟ عرض کیا آپ چاہیں تو کنواری سے کرلیں اور چاہے تو بیوہ سے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کنواری کون ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا مخلوق میں جو آپ کو سب سے محبوب ہیں اُن کی بیٹی یعنی عائشہ بنت ابی بکر (صدیقؓ) آپ نے دوبارہ سوال فرمایا بیوہ کون ہے؟ جواب دیا سودہ بنت زمعہؓ جو آپ پر ایمان لاچکی ہیں اور آپکا اتباع کرتی ہیں۔

یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا بہتر ہے جاؤ دونوں جگہ میرا پیغام لے جاؤ چنانچہ حضرت خولہؓ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچیں۔ اُس وقت حضرت صدیق اکبرؓ تشریف نہ رکھتے تھے۔ اُن کی بیوی سے کہا اے اُمِ رومان کچھ خبر بھی ہے اللہ نے کس خیر و برکت سے تم کو نوازنے کا اِرادہ فرمایا ہے؟ اُنہوں نے سوال کیا وہ کیا؟ جواب دیا مجھے رسول اللہ ﷺ نے عائشہؓ سے نکاح کرنے کا پیغام دے کر بھیجا

ہے۔حضرت اُمِ رومانؓ نے جواب دیا ذرا ابوبکرؓ کے آنے کا انتظار کرو۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں وہ بھی تشریف لے آئے۔اُن سے بھی حضرت خولہؓ نے یہی کہا کہ اے ابوبکر کچھ خبر بھی ہے اللہ تعالیٰ نے تم کو کس خیر و برکت سے نوازنے کا اِرادہ فرمایا ہے؟ بولے وہ کیا؟ جواب دیا مجھے رسول اللہ ﷺ اِس مقصد کے لیے بھیجا ہے کہ عائشہؓ سے نکاح کے بارے میں آپ کا پیغام پہنچادوں۔

یہ سن کر حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا کہ وہ تو آنحضرت ﷺ کی بھتیجی ہے (کیونکہ میں آپ کا بھائی ہوں) کیا اِس سے آپ کا نکاح ہوسکتا ہے؟ اِس سوال کا جواب لینے کے لیے حضرت خولہؓ بارگاہِ رسالت میں واپس پہنچیں اُور حضرت صدیقِ اکبرؓ کا اشکال سامنے رکھ دیا۔اِس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہہ دو کہ تم اور میں دینی بھائی ہیں،تمہاری لڑکی سے میرا نکاح ہوسکتا ہے۔(رشتہ کے حقیقی یا باپ شریک یا ماں شریک بھائی کی لڑکی سے نکاح دُرست نہیں ہے، دینی بھائی کے لڑکی سے نکاح جائز ہے)

چنانچہ حضرت خولہؓ واپس حضرت صدیقِ اکبرؓ کے گھر آئیں اور شرعی فتوی جو بارگاہِ رسالت سے صادر ہوا تھا اُس کا اظہار کردیا جس پر حضرت صدیقِ اکبرؓ حضرت عائشہؓ سے آپ کا نکاح کردینے پر راضی ہوگئے اور آنحضرت ﷺ کو بلاکر اپنی بیٹی عائشہؓ کا نکاح کردیا۔اِس کے بعد حضرت خولہؓ حضرت سودہؓ کے پاس گئیں اور اُن کے اِشارہ سے اُن کے والد زمعہ سے گفتگو کرکے آنحضرت ﷺ سے حضرت سودہؓ کا نکاح کردینے پر راضی کرلیا اور نکاح کرادیا۔(جس کی تفصیل حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں آئے گی)

ہجرت :

آنحضرت ﷺ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ اور کوشش سے حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ سے نکاح فرمایا لیکن چونکہ حضرت عائشہؓ کی عمر بہت کم (صرف ۶ سال) تھی اِس لیے رُخصتی ابھی ملتوی رہی البتہ حضرت سودہؓ کی رُخصتی بھی ہوگئی اور آپ کے دولت کدہ پر تشریف لے آئیں اور گھر کی دیکھ بھال اِن کے سپرد ہوئی۔اِس کے بعد ہجرت کا سلسلہ شروع ہوگیا اور حضرات صحابہؓ مدینہ منورہ پہنچنے لگے بلکہ اکثر پہنچ گئے۔حضرت صدیقِ اکبرؓ نے بھی بار ہا آنحضرت ﷺ سے ہجرت کی اجازت چاہی لیکن آپ فرماتے رہے کہ جلدی نہ کرو، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو تمہارا رفیقِ سفر بنادیں۔یہ جواب سن کر حضرت ابوبکرؓ کو اُمید بندھ گئی کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ میرا سفر ہوگا چنانچہ جب اللہ جل شانہ نے آنحضرت کو ہجرت کی

اجازت دے دی تو آپ ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوگئے۔ دونوں حضرات اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے اہل و عیال کو مکہ معظّمہ سے بلانے کا انتظام فرمایا جسکی صورت یہ ہوئی کہ حضرت زید بن حارثہ اَور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہما کو دو اُونٹ اور پانچ سو درہم دے کر مکہ بھیجا تاکہ دونوں کے گھرانوں کو لے آویں۔ چنانچہ وہ دونوں مکہ معظّمہ پہنچے اور راستے سے اُن حضرات نے تین اُونٹ خرید لیے، مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے ملاقات ہوگئی۔ وہ اُس وقت ہجرت کا اِرادہ کر چکے تھے۔ چنانچہ یہ مبارک قافلہ مدینہ منورہ کو روانہ ہوا جس میں حضرت زیدؓ بن حارثہ، اُن کا بچہ اُسامہ اور اُن کی بیوی اُمِ ایمن اور آنحضرت ﷺ کی دو بیٹیاں حضرت فاطمہ اور حضرت اُم کلثوم اور آپ ﷺ کی بیویاں حضرت عائشہ حضرت سودہ اور حضرت عائشہ کی والدہ حضرت اُمِ رومان اور حضرت عائشہ کی بہن اسماء بنت ابی بکر اور اُن کے بھائی عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔

اِس سفر میں حضرت عائشہ اور اُن کی والدہ رضی اللہ عنہما دونوں ایک کجاوہ میں اُونٹ پر سوار تھیں۔ راستہ میں ایک موقع پر وہ اُونٹ بِدک گیا جس کی وجہ حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کو بہت پریشانی ہوئی اور گھبراہٹ میں اپنی بچی عائشہؓ کے متعلق پکار اُٹھیں ''ہائے میری بیٹی ہائے میری دُلہن''، لیکن اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد یہ ہوئی کہ غیب سے آواز آئی کہ اُونٹ کی نکیل چھوڑ دو۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے اُس کی نکیل چھوڑ دی تو وہ آرام کے ساتھ ٹھہر گیا اور اللہ نے سب کو سلامت رکھا۔

جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو آنحضرت ﷺ مسجد نبوی (علیٰ صاحبِہ الصلوۃ والسلام) کے آس پاس اپنے اہل و عیال کیلیے حجرے بنوا رہے تھے۔ حضرت سودہ حضرت فاطمہ اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہن کو اِن ہی حجروں میں ٹھہرا دیا اور حضرت عائشہؓ اپنے ماں باپ کے پاس ٹھہر گئیں (الاستیعاب، اَلبدایہ)۔ اِس کے چند ماہ بعد شوال میں حضرت عائشہؓ کی رُخصتی ہوئی۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر (حضرت عائشہؓ کی بہن) کا زمانۂ ولادت قریب تھا۔ وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ ہجرت کر کے آئی تھیں۔ اُنہوں نے قبا میں قیام فرمایا اور وہیں بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ حضرت اسماء کے شوہر حضرت زبیرؓ تھے اِس لیے یہ بچہ عبداللہ بن زبیرؓ کے نام سے مشہور ہوا۔ ہجرت کے بعد مہاجرین میں یہ سب سے پہلا بچہ تولد ہوا۔ اِن کے تولد سے مسلمانوں کو بہت ہی زیادہ خوشی ہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ یہودیوں نے مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے جادو کر دیا ہے

اَب مسلمانوں کی اَولاد نہ ہوگی۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے تو یہودیوں کا دعوٰی جھوٹا ہوا۔ (الاستیعاب والبدایہ) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب عبداللہ کی پیدائش ہوگئی تو میں اُس کو لیکر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے اُس کو اپنی گود میں لے لیا اور ایک کھجور منگا کر اپنے مبارک منہ میں چبائی پھر بچہ کے منہ میں اپنے مبارک منہ میں سے ڈال دی۔ حاصل یہ ہے کہ سب سے پہلے بچہ کے پیٹ میں آپ ﷺ کا لعاب مبارک گیا اور آپ ﷺ نے دُعا بھی دی اور بَارَکَ اللّٰہُ بھی فرمایا۔ (البدایہ) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہؓ کے بھانجے تھے اُن کے نام سے حضرت عائشہؓ کی کنیت اُم عبداللہ آنحضرت ﷺ نے فرمائی تھی۔ (البدایہ۔ الاصابہ)

رُخصتی :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رُخصتی شوال میں ہوئی۔ عرب کے لوگ شوال میں شادی کرنے کو برا سمجھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اِس جہالت کی تردید کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شوال میں نکاح کیا اور شوال میں میری رُخصتی ہوئی تو اَب بتاؤ مجھ سے زیادہ کونسی بیوی آپ کی چہیتی تھی۔ (جب آپ ﷺ نے مجھ سے نکاح بھی شوال میں کیا اور رُخصتی بھی شوال میں کی تو اَب اِس کے خلاف چلنے کا کسی مسلمان کو کیا حق ہے۔ اسی جہالت کو توڑنے کے لیے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چاہا کرتی تھیں کہ شوال کے مہینے میں عورتوں کی رُخصتی کی جائے۔ (البدایہ عن الامام احمدؒ)

بخاری شریف میں ہے کہ سیدِ عالم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم مجھ کو خواب میں دو مرتبہ دکھائی گئی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص تم کو ریشم کے بہترین کپڑے میں اُٹھائے ہوئے ہے۔ میں نے کھول کر دیکھا تو تم نکلیں، میں نے (دل میں) کہا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے دکھایا گیا ہے تو اللہ ضرور اِس کی تعبیر پوری فرمادیں گے۔ دُوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ بصورتِ اِنسان ریشم کے کپڑے میں اِن کو لے کر آیا تھا۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۶۸)

رُخصتی کی پوری کیفیت اِس طرح ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ اپنی بیوی کو گھر کیوں نہیں بلا لیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِس وقت میرے پاس مہر ادا کرنے کے لیے رقم نہیں ہے۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں (بطورِ قرض) پیش کر دیتا

ہوں۔ چنانچہ آپ نے اِن کی پیشکش قبول فرمائی اور بیوی کے باپ ہی سے قرض لے کر مہر ادا کر دیا۔

مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدِ عالم ﷺ کی بیویوں کا مہر (عموماً) ساڑھے بارہ اُوقیہ یعنی پانچ سو درہم تھا۔ آج کل مہر میں ہزاروں روپے مقرر کیے جاتے ہیں اور مہر کی کمی کو باعثِ ننگ و عار سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ اُمت میں کوئی بھی معزز نہیں ہے۔ اُن کی بیٹی کا مہر پانچ سو درہم تھا جس سے اُن کی عزت کو کچھ بھی بٹّہ نہ لگا اور دینے والے سید عالم ﷺ تھے۔ آپ ﷺ نے مہر نہ ہونے کی وجہ سے کم مقرر کرنے کو ذرا بھی عار نہ سمجھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعۂ رُخصتی سے اَدائیگی مہر کی اہمیت بھی معلوم ہوگئی کیونکہ مہر کے اَدا کرنے کو آنحضرت ﷺ نے اِس قدر ضروری سمجھا کہ مہر کی اَدائیگی کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے رُخصت کر لینے میں تأمل فرمایا۔ اُمت کے لیے اِن باتوں میں نصیحت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واقعۂ رُخصتی کو اِس طرح ذکر فرماتی تھیں کہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی کہ میری والدہ نے آکر مجھے آواز دی۔ مجھے خبر بھی نہ تھی کہ کیوں بلا رہی ہیں۔ میں اُن کے پاس پہنچی تو میرا ہاتھ پکڑ کر لے چلیں اور مجھے گھر کے دروازہ کے اَندر کھڑا کر دیا۔ اُس وقت (اُن کے اچانک بلانے سے) میرا سانس پھول گیا تھا۔ ذرا دیر بعد سانس ٹھکانے سے آیا۔ گھر کے اَندر دَروازہ کے پاس والدہ صاحبہ نے پانی لے کر میرا سر اور منہ دھویا۔ اِس کے بعد مجھے گھر میں اَندر داخل کر دیا۔ وہاں اَنصار کی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں، اُنہوں نے دیکھتے ہی کہا عَلَی الْخَیْرِ وَالْبَرْکَةِ وَعَلٰی خَیْرٍ طَائِرٍ (تمہارا آنا خیر و برکت ہے اور نیک فال ہے) میری والدہ نے مجھے اُن عورتوں کے سپرد کر دیا (اور انہوں نے میرا بناؤ سنگھار کر دیا اُس کے بعد وہ عورتیں علیحدہ ہوگئیں) اور اَچانک رسولِ خدا ﷺ میرے پاس تشریف لے آئے یہ چاشت کا وقت تھا۔ اِس وقت آنحضرت ﷺ نے اپنی نئی بیوی سے ملاقات فرمائی۔ (بخاری شریف و جمع الفوائد)

غور کیجئے کس سادگی سے یہ شادی ہوئی۔ نہ دُلہا گھوڑے پر چڑھ کر آیا نہ آتش بازی چھوڑی گئی نہ اور کسی طرح کی دُھوم دھام ہوئی، نہ تکلف ہوا، نہ آرائش مکان ہوئی، نہ فضول خرچی ہوئی اور یہ بھی قابلِ ذکر بات ہے کہ دُلہن کے گھر ہی میں دُلہا دُلہن مل لیے۔ آج اگر ایسی شادی کر دی جاوے تو دُنیا نکّو بنادے اور سو نام دھرے، خدا بچائے جہالت سے اور اپنے رسولِ پاک ﷺ کا پورا پورا اتباع نصیب فرمائے۔ (جاری ہے)

ختمِ نبوت زندہ باد

﴿ جناب سیّد امین گیلانی مرحوم ﴾

جسم میں جب تک جان رہے یہ تیرا ایمان رہے
سدا رہے یہ تجھ کو یاد ختمِ نبوت زندہ باد
ختمِ نبوت زندہ باد

ختمِ نبوت ہے ایمان ختمِ نبوت دین کی جان
یہ اِسلام کی ہے بنیاد ختمِ نبوت زندہ باد
ختمِ نبوت زندہ باد

اِس سے کرے گا جو اِنکار وہ اِسلام کا ہے غدار
دین ہوا اُس کا برباد ختمِ نبوت زندہ باد
ختمِ نبوت زندہ باد

بات یہ ہے بالکل ظاہر کہیں گے ہم اُس کو کافر
جو بھی کرے منسوخ جہاد ختمِ نبوت زندہ باد
ختمِ نبوت زندہ باد

یہی ہے مومن کی پہچان کرتا ہے حق کا اعلان
سہہ لیتا ہے ہر اُفتاد ختمِ نبوت زندہ باد
ختمِ نبوت زندہ باد

حق منوا کر چھوڑیں گے باطل کا منہ توڑیں گے
عزم ہمارا ہے فولاد ختمِ نبوت زندہ باد
ختمِ نبوت زندہ باد

قادیانیوں سے چند سوال ؟

﴿ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی شہیدؒ ﴾

اَب تک کسی مرزائی کو اِن سوالات کے جوابات دینے کی ہمت نہیں ہوئی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

مرزا غلام احمد قادیانی کے دَجل و تلبیس سے متاثر قادیانی عوام کو کفر و زندقہ کی دلدل سے نکالنے کے لیے ہمیشہ علماءِ اُمت نے نہایت عام فہم اَنداز میں بات سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ ذیل میں قادیانیوں سے اِس سلسلے کے چند سوال کیے جاتے ہیں جن پر غور و فکر کرنا اُن کے لیے ہدایت کا راستہ کھول سکتا ہے۔

سوال 1 : مرزا غلام احمد قادیانی کے بقول اُسے حضور اکرم ﷺ کی اتباع سے نبوت ملی ہے۔ تو گزارش یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کی اتباع سے نبوت مل سکتی ہے تو کیا حضور ﷺ کی اتباع اور پیروی سے دوزخ سے نجات بھی مل سکتی ہے یا نہیں؟ اگر حضور ﷺ کی اتباع سے نجات مل سکتی ہے تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر حضور ﷺ کی اتباع سے نجات نہیں مل سکتی تو پھر حضور ﷺ کی اتباع سے نبوت کیسے مل سکتی ہے؟

سوال 2 : قادیانیوں کے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی کی وہی حیثیت ہے جو مسلمانوں کے نزدیک حقیقی مسیح ابن مریم علیہ السلام کی ہے گویا کہ مسلمانوں کے نزدیک جس مسیح ابن مریم علیہ السلام نے دوبارہ تشریف لانا ہے وہ قادیانیوں کے نزدیک مرزا غلام قادیانی کی شکل میں آ گیا ہے۔ بقول قادیانی جماعت کے کہ مرزا غلام احمد قادیانی حقیقی مسیح کی جگہ پر آ گیا ہے۔ تو پھر سوال یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے حقیقی مسیح کے متعلق اِرشاد فرمایا ہے کہ وہ بعد نزول کے ۴۵ سال دُنیا میں گزاریں گے جبکہ مرزا نے ۱۸۸۹ء میں مسیح ہونے کا دعوٰی کیا اور ۱۹۰۸ء میں جہنم واصل ہوگیا تو یوں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوٰی مسیحیت کی مدت کل تقریبًا ۱۹ سال بنتی ہے تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی مسیح کیسے ہوا؟

سوال 3 : مرزا غلام احمد قادیانی کی کئی عبارات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ

دعویٰ نبوت سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی بھی خاتم النبیین کے معنیٰ وہی سمجھتا تھا جو چودہ صدیوں سے تمام دُنیا کے مسلمان سمجھتے چلے آئے ہیں جیسے مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب اَزالہ اَوہام میں لکھتا ہے کہ ''قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔'' (ازالہ اَوہام ص ۴۱۱، رُوحانی خزائن ص ۵۱۱ ج ۳)

''اور دعوی نبوت کے بعد مرزا قادیانی خاتم النبیین کے دُوسرے معنی بیان کرتا ہے جس کی بنا پر نبوت کا جاری ہونا ضروری ہوگیا اَور بقول مرزا جس مذہب میں وحی نبوت نہ ہو وہ شیطانی اور لعنتی مذہب کہلانے کا مستحق ہے۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۳۰۶ ج ۲۱)

''جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، وہ دین دین نہیں اور نہ وہ نبی نبی ہے۔ '' (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۳۰۶ ج ۲۱)

اَب سوال یہ ہے کہ خاتم النبیین کے کون سے معنی صحیح ہیں۔ پس اگر خاتم النبیین کے جدید معنی صحیح ہیں تو یہ لازم آئے گا کہ چودہ صدیوں میں جس قدر بھی مسلمان گزر چکے وہ سب کافر اور بے ایمان مرے، گویا کہ عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر اِس وقت تک تمام اُمت کفر پر گزری اور دعوی نبوت سے پہلے خود مرزا صاحب بھی جب تک اِسی سابقہ عقیدہ پر رہے تو وہ خود کافر رہے اور پچاس برس تک جملہ آیات واَحادیث کا مطلب بھی غلط سمجھتے رہے اور تمام اُمت کا اِس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص تمام اُمت کی تکفیر و تذلیل کرتا اور احمق و جاہل قرار دیتا ہو وہ بالا جماع کافر اور گمراہ ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی بالا جماع کافر اور گمراہ ٹھہرا۔

اَور اگر خاتم النبیین کے پہلے معنی صحیح ہیں جو تمام اُمت نے سمجھے اور مرزا صاحب بھی دعوی نبوت سے پہلے وہی سمجھتے تھے تو لازم آئے گا کہ پہلے لوگ تو مسلمان ہوئے اور مرزا صاحب دعوی نبوت کے بعد سابق عقیدہ کے بدل جانے کی وجہ سے خود اپنے اقرار سے کافر اور مرتد ہوگئے۔ اَب مرزائی خود بتائیں کہ وہ کون سا معنی کرنا پسند کریں گے؟

نوٹ : یہ مسئلہ فریقین میں مسلّم ہے کہ تشریعی نبوت کا دعوی کفر ہے۔ خود مرزا قادیانی کی تصریحات اِس پر موجود ہیں کہ جو شخص تشریعی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ملاحظہ فرمائیں (مجموعہ اشتہارات ص ۲۳۰، ۲۳۱ ج ۱)

اختلاف صرف نبوت مستقلہ کے بارے میں ہے کہ آیا وہ جاری ہے یا وہ بھی ختم ہوگئی۔ اَس لیے اِس

کے متعلق فریقِ مخالف سے چند سوالات ہیں :

(i) مرزا نے اوّل اپنی کتابوں میں تشریعی نبوت کے دعوی کو کفر قرار دیا اور پھر خود صراحتًا تشریعی نبوت کا دعوی کیا۔ زیر آیت : ''ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی ....'' (اعجاز احمدی ص ۷ رُوحانی خزائن ص ۱۱۳ ج ۱۹)۔ کیا یہ صریح تعارض اور تناقض نہیں؟ کیا یہ مرزا اپنے اقرار کی بناء پر کافر نہ ہوا؟

(ii) جب مرزا قادیانی تشریعی نبوت اور مستقل رسالت کا مدعی ہے تو پھر اُس کا خاتم النبیین میں یہ تاویل کرنے اور غیر تشریعی نبی مراد لینے سے کیا فائدہ؟

(iii) نصوصِ قرآنیہ اَور صدہا اَحادیث نبویہ سے مطلقًا نبوت کا انقطاع اور اختتام ثابت ہے، اِس کے برعکس کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں کہ جس میں یہ بتلایا گیا ہو کہ حضورِ اکرم ﷺ کے بعد نبوتِ غیر مستقلہ کا سلسلہ جاری رہے گا، اگر ہے تو اُسے پیش کیا جائے؟

(iv) نبوتِ غیر مستقلہ کے ملنے کا معیار اَور ضابطہ کیا ہے؟

(v) کیا وہ معیار حضرات صحابہ میں نہ تھا؟ اور اگر تھا جیسا کہ مرزا کا اقرار ہے تو وہ نبی کیوں نہ بنے؟

(vi) اِس چودہ سو سال کی طویل وعریض مدت میں ائمہ حدیث، ائمہ مجتہدین، اولیاء، عارفین، اقطاب واَبدال، مجددین میں سے کوئی ایک شخص ایسا نہ گزرا جو علم وفہم ولایت ومعرفت میں مرزا کے ہم پلہ ہوتا؟ اور نبوتِ غیر مستقلہ کا منصب پاتا۔ کیا رسول اللہ ﷺ کی ساری اُمت میں سوائے قادیان کے دہقان کے کوئی بھی نبوت کے قابل نہ تھا؟

(vii) آنحضرت ﷺ کے بعد بہت سے لوگوں نے نبوت کے جھوٹے دعوے کیے بعض اُن میں سے تشریعی نبوت کی مدعی تھے جیسے صالح بن ظریف اور بہاء اللہ ایرانی اور بعض غیر تشریعی نبوت کے مدعی تھے جیسے ابوعیسٰی وغیرہ۔ تو اِن سب کے جھوٹا ہونے کی کیا دلیل ہے؟

سوال ۴ : مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ حصہ چہارم میں سورۂ صف کی آیت نمبر ۱۰ کے حوالہ سے لکھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام دوبارہ دُنیا میں تشریف لائیں گے۔

چنانچہ لکھتا ہے :

''ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ یہ

آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبۂ کاملہ دینِ اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبۂ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا اَور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اِس دُنیا میں تشریف لائیں گے تو اُن کے ہاتھ سے دین اِسلام جمیع آفاق اور اَقطار میں پھیل جائے گا۔'' (براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ ص ۴۹۸،۴۹۹۔رُوحانی خزائن ج ۱ ص ۵۹۳)

مرزا کی عبارت غور سے پڑھ کر صرف اِتنا بتایئے کہ قرآن کریم کے حوالہ سے جو لکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اِس دُنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے، یہ سچ تھا یا جھوٹ؟ صحیح تھا یا غلط؟

ایک اہم نکتہ :

مرزا قادیانی ۱۸۹۱ء تک کہتا رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے، اِس کے بعد یہ کہنا شروع کیا کہ وہ مرگئے ہیں دوبارہ نہیں آئیں گے۔ مسلمان اور قادیانی دونوں فریق اِس بات پر متفق ہیں کہ اِن دونوں متضاد خبروں میں ایک سچی تھی اور دُوسری جھوٹی۔ قادیانی کہتے ہیں کہ پہلی جھوٹی تھی اور دُوسری سچی۔ مسلمان کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی پہلی خبر (کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے) سچی تھی اور بعد والی خبر (وفات) جھوٹی تھی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ایک خبر سچی اور ایک جھوٹی اور یہ طے شدہ امر ہے کہ جھوٹی خبر دینے والا شخص جھوٹا کہلاتا ہے۔ لٰہذا دونوں فریق اِس پر متفق ہوئے کہ مرزا قادیانی جھوٹا تھا۔

ایک اور قابلِ غور نکتہ :

یہ تو آپ نے ابھی دیکھا کہ دونوں فریق مرزا کے جھوٹا ہونے پر متفق ہیں۔ آیئے اَب یہ دیکھیں کہ دونوں میں کون سا فریق مرزا کو ''بڑا جھوٹا'' مانتا ہے۔

مسلمان کہتے ہیں کہ ابتداء سے ۱۸۹۱ء تک مرزا قادیانی اپنی زندگی کے پچاس برس تک سچ بولتا رہا، آخری سترہ سالوں میں وفاتِ مسیح کا عقیدہ ایجاد کر کے اُس نے جھوٹ بولنا شروع کیا۔ اِس کا برعکس قادیانیوں کا کہنا یہ ہے کہ مرزا اپنی زندگی کے پچاس برس تک جھوٹ بکتا رہا اِس لیے قادیانیوں کے نزدیک پہلے والی خبر جھوٹ تھی اور آخری سترہ سالوں میں اُس نے سچ بولا۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کے نزدیک مرزا کے سچ کا زمانہ پچاس سال اور جھوٹ کا زمانہ صرف آخری

سترہ سال۔ اور قادیانیوں کے نزدیک مرزا کے جھوٹ کا زمانہ پچاس سال اور اُس کے سچ کا زمانہ صرف سترہ سال ہے۔

بتائیے ! دونوں میں سے کس فریق کے نزدیک ''بڑا جھوٹا'' نکلا؟ قادیانی اِس نکتہ پر ضرور غور کریں۔

ایک اَور لائقِ توجہ نکتہ :

مسلمان کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی پچاس سال تک سچ کہتا رہا کہ عیسٰی علیہ السلام دوبارہ آئیں گے لیکن پھر شیطان نے اُس کو بہکا دیا اور شیطان کے بہکانے سے یہ کہنے لگا کہ عیسٰی علیہ السلام دوبارہ نہیں آئیں گے بلکہ میں خود مسیح موعود بن گیا ہوں۔

اور قادیانی کہتے ہیں گو وہ پچاس سال تک جھوٹ بکتا رہا کہ عیسٰی علیہ السلام آئیں گے لیکن پھر اُس پچاس سال کے جھوٹے کو اللہ تعالیٰ نے (نعوذ باللہ) مسیح موعود بنا دیا۔ کیا کسی کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ پچاس سال تک جھوٹ بولنے والا ''مسیح موعود'' بن جائے؟

ایک اور دلچسپ نکتہ :

اُوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مسلمان اور قادیانی دونوں فریق اِس پر متفق ہیں کہ مرزا جھوٹا تھا، اِدھر مرزا کا دعوی ہے کہ وہ مسیح موعود ہے۔ ظاہر ہے کہ جھوٹا آدمی جب مسیح موعود ہونے کا دعوی کریگا تو وہ ''مسیح کذاب'' کہلائے گا۔ لہٰذا دونوں فریق اِس پر بھی متفق ہوئے کہ مرزا ''مسیح کذاب'' تھا۔

سوال ۵ : مرزا قادیانی نے براہینِ احمدیہ میں لکھا تھا کہ سورہ صف کی آیت نمبر ۱۰ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حق میں پیشگوئی ہے اَور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اِس پیشگوئی میں ابتدا ہی سے مجھے بھی شریک کر رکھا ہے اِس کے برعکس اعجازِ احمدی میں لکھتا ہے کہ :

''براہینِ احمدیہ میں مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن وحدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ ''هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ''(سورہ صف ۱۰)''

(اعجازِ احمدی ص ۱۷۔ رُوحانی خزائن ج ۱۹ ص۱۱۳)

مرزا کے یہ دونوں بیان آپس میں ٹکراتے ہیں کیونکہ براہین میں کہتا ہے کہ اِس پیش گوئی کا مصداق

عیسیٰ علیہ السلام ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اِس میں شریک کر رکھا ہے اور اعجازِ احمدی میں کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اِس پیش گوئی میں کوئی حصہ نہیں بلکہ میں (مرزا قادیانی) ہی اِس کا مصداق ہوں۔ اور لطف یہ کہ دونوں جگہ اپنے الہام کا حوالہ دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اِن دونوں میں سے کون سی بات سچی اور کون سی جھوٹی ؟ اور کون سا الہام صحیح ہے اور کون سا غلط؟

سوال ۶ : مرزا قادیانی اعجازِ احمدی میں لکھتا ہے :

''پھر میں قریبًا بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اِس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا مجھے بڑی شدو مد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمدِ ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔ جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آ گیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تواتر سے اِس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی (مرزا قادیانی) مسیح موعود ہے۔'' (اعجازِ احمدی ص ۷۔ رُوحانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۱۳)

اِس کے برعکس ''آئینہ کمالاتِ اسلام'' میں لکھتا ہے :

''و والله قد كنت اعلم من ايام مديدة انني جعلت المسيح بن مريم، وانى نازل فى منزله، ولٰكن اخفته نظرا الى تاويله، بل ما بدلت عقيدتى وكنت عليها من المستمكين، وتوقفت فى الاظهار عشر سنين.'' (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۵۱ ۔ رُوحانی خزائن ج ۵ ص ۵۵۱)

''اور اللہ کی قسم ! میں ایک مدت سے جانتا تھا کہ مجھے مسیح ابن مریم بنا دیا گیا ہے اور میں اِس کی جگہ نازل ہوا ہوں لیکن میں نے اِس کو چھپائے رکھا، اِس کی تاویل پر نظر کرتے ہوئے بلکہ میں نے اپنا عقیدہ بھی نہیں بدلا بلکہ اِسی پر قائم رہا اور میں نے دس برس اِس کے اظہار میں توقف کیا۔''

اِن دونوں بیانوں میں تناقض ہے۔ اعجازِ احمدی میں کہتا ہے کہ بارہ برس تک مجھے خبر نہیں تھی کہ خدا نے بڑی شدّ و مد سے مجھے مسیح موعود قرار دیا ہے۔ اور آئینہ کمالاتِ اسلام میں کہتا ہے کہ اللہ کی قسم ! میں جانتا تھا کہ مجھے مسیح موعود بنا دیا گیا ہے لیکن میں نے اِس کو دس برس تک چھپائے رکھا۔ اِن دونوں باتوں میں سے

کون سی بات صحیح ہے اور کون سی غلط؟ کون سی سچ ہے اور کون سی جھوٹ؟

سوال ۷ : مرزا اعجازِ احمدی میں لکھتا ہے :

''خدا نے میری نظر کو پھیر دیا، میں براہین کی اُس وحی کو نہ سمجھ سکا کہ وہ مجھے مسیح موعود بناتی ہے یہ میری سادگی تھی جو میری سچائی پر ایک عظیم الشان دلیل تھی ورنہ میرے مخالف مجھے بتلا دیں کہ میں نے بوجودیکہ براہینِ احمدیہ میں مسیح موعود بنا دیا گیا تھا، بارہ برس تک یہ دعوی کیوں نہ کیا؟ اور کیوں براہین میں خدا کی وحی کے مخالف لکھ دیا؟'' (اعجازِ احمدی ص ۷ رُوحانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۱۴)

اِس عبارت میں مرزا اِقرار کرتا ہے کہ اُس نے خدا کی وحی کو بارہ برس تک نہیں سمجھا اور خدا کی وحی کے خلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا عقیدہ لکھ دیا۔

اَب سوال یہ ہے کہ جو شخص بارہ برس تک وحیِ الٰہی کا مطلب نہ سمجھے اور وحیِ الٰہی کے خلاف بارہ برس تک جھوٹ بکتا رہے، کیا وہ مسیحِ موعود ہو سکتا ہے؟

دُوسرا سوال یہ ہے کہ کسی شخص کا وحیِ الٰہی کے خلاف جھوٹ بکنا اُس کے جھوٹا ہونے کی عظیم الشان دلیل ہے یا مرزا کے بقول اُس کی سچائی کی؟

سوال ۸ : مرزا آئینہ کمالاتِ اسلام میں قسم کھا کر کہتا ہے کہ :

''اللہ تعالیٰ نے مجھے مسیح موعود اور مسیح ابن مریم بنا دیا تھا۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۵۱ رُوحانی خزائن ج ۵ ص ۵۵۱)

لیکن اِس کے برعکس ازالہ اَوہام میں کہتا ہے کہ مسیح موعود نہیں بلکہ مثیلِ مسیح ہوں اور یہ کہ جو شخص میری طرف مسیح ابن مریم کا دعوی منسوب کرے وہ مفتری اور کذاب ہے چنانچہ ''علمائے ہند کی خدمت میں نیاز نامہ'' کے عنوان سے لکھتا ہے :

''اے برادرانِ دین وعلمائے شرعِ متین! آپ صاحبان میری اِن معروضات کو متوجہ ہو کر سنیں کہ اِس عاجز نے جو مثیلِ موعود ہونے کا دعوی کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیحِ موعود خیال کر بیٹھے ہیں، یہ کوئی نیا دعوی نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پرانا

اِلہام ہے جو میں نے خدائے تعالیٰ سے پا کر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بتصریح درج کر دیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا ہوگا۔ میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگادے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے بلکہ میری طرف سے عرصہ سات یا آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیلِ مسیح ہوں۔''

(ازالہ اَوہام ص۱۹۰۔ رُوحانی خزائن ج۳ ص۱۹۲)

سوال یہ ہے کہ جب مرزا قادیانی آئینہ کمالاتِ اسلام میں درج عبارت کی رُو سے خود کہتا ہے کہ خدا نے مجھے مسیح ابن مریم بنا دیا ہے تو ازالہ اَوہام کی عبارت کی رُو سے خود مفتری اور کذاب ثابت ہوا یا نہیں؟ اور یہ کہ جو لوگ مرزا کو مسیح موعود کہتے ہیں، مرزا کے بقول ''کم فہم لوگ'' ہیں یا نہیں؟

سوال ۹ : مرزا بشیر احمد ایم اے سیرۃ المہدی میں لکھتا ہے :

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام تمہارے دادا کی پینشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا، جب آپ نے پینشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکا دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور اِدھر اُدھر پھراتا رہا، پھر جب اُس نے سارا روپیہ اُڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود اِس شرم سے واپس گھر نہیں آئے اور چونکہ تمہارے دادا کا منشا رہتا تھا کہ آپ کہیں ملازم ہو جائیں اِس لیے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہوگئے۔''

(سیرۃ المہدی ج ا ص۴۳، ایڈیشن دوم)

مرزا نے باپ کی پینشن میں خیانت کی، کیا ایسا شخص خدا کی وحی پر اَمین ہو سکتا ہے؟ کیا ایسا شخص جو خائن چور اور بزدل ہو وہ مسیح ہو سکتا ہے؟

سوال ۱۰ : مرزا قادیانی ازالہ اَوہام میں لکھتا ہے :

''یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اوّل درجہ کی پیش گوئی

ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کرلیا ہے اَور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں، کوئی پیش گوئی اِس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی، تواتر کا اوّل درجہ اس کو حاصل ہے انجیل بھی اِس کی مصدق ہے۔'' (ازالہ اَوہام ص ۵۵۷ مندرجہ رُوحانی خزائن ج ۳ ص ۴۰۰)

مرزا قادیانی کی اِس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی متواتر ہے، اِدھر مرزا کا کہنا یہ ہے کہ :

''میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں، جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔'' (ازالہ اَوہام ص ۱۹۰۔ رُوحانی خزائن ج ۳ ص ۱۹۲)

پس جو لوگ مرزا کو آنحضرت ﷺ کی متواتر پیش گوئی کا مصداق قرار دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی مسیح ہے تو کیا وہ مفتری اور کذاب ہے یا نہیں؟

سوال ۱۱ : مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا آنحضرت ﷺ کے اِرشادات کے مطابق ہے یا خلاف؟ اگر مطابق ہے تو برائے مہربانی وہ اَحادیث جن میں مرزا صاحب کی علامات بیان فرمائی گئیں ہیں مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں؟

سوال ۱۲ : مرزا قادیانی اَربعین نمبر ۳ ص ۱۷ مندرجہ رُوحانی خزائن ج ۱۷ ص ۴۰۴ پر لکھتا ہے :

''لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور اَحادیث کی وہ پیش گوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیحِ موعود جب ظاہر ہوگا تو :

(i) اِسلامی علمائے کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھائے گا۔

(ii) وہ اُس کو کافر قرار دیں گے۔

(iii) اور اُس کے قتل کے فتوے دیے جائیں گے۔

(iv) اور اُس کی سخت توہین کی جائے گی۔

(v) اور اُس کو دائرۂ اِسلام سے خارج ...... اور

(vi) دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔''

مسیح موعود کی چھ علامتیں جو مرزا قادیانی نے قرآن مجید اور حدیث سے منسوب کی ہیں، قرآن کریم کی کس آیت اور کس حدیث میں لکھی ہیں، اُس کا حوالہ دیجئے ؟

سوال ۱۳ : ضمیمہ براہینِ احمدیہ پنجم ص ۱۸۸، رُوحانی خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۹ پر مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ :

''ایسا ہی اَحادیثِ صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیحِ موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدّد ہوگا۔''

اَحادیثِ صحیحہ کا لفظ کم اَزکم تین اَحادیث بولا جاتا ہے لٰہذا مسیح موعود کی اِن دو علامتوں کہ (۱) صدی کے سر پر آئے گا اور (۲) چودھویں صدی کا مجدّد ہوگا، کو جو مرزا صاحب نے اَحادیثِ صحیحہ کے حوالے سے لکھا ہے، کے بارے میں کم اَزکم تین تین اَحادیث کا حوالہ دیجئے ؟

سوال ۱۴ : مرزا قادیانی شہادة القرآن ص ۴۱، رُوحانی خزائن ج ۶ ص ۳۳۷ پر لکھتا ہے :

'' اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے اُن احادیث پر عمل کرنا چاہیے جو صحت اور وَثوق میں اِس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں مثلاً صحیح بخاری کی وہ اَحادیث جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری شریف میں لکھا ہے کہ آسمان سے اُس کی نسبت آواز آئے گی کہ: '' هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِیُّ '' اَب سوچو یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اَصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔''

ہمارے سامنے صحیح بخاری کا جو نسخہ ہے اُس میں تو یہ حدیث '' هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِیُّ '' ہمیں کہیں نہیں ملی، لیکن جس طرح مرزا کے گھر میں قرآن کریم کا ایسا نسخہ تھا جس میں ''اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قَرِيْبًا مِّنَ الْقَادِيَانِ'' لکھا تھا (ازالہ اَوہام ص ۷۶ تا ۷۷، رُوحانی خزائن ج ۳ ص ۱۴۰ حاشیہ) اِسی طرح شاید اُن کے مسیح خانہ میں کوئی نسخہ صحیح بخاری کا ایسا بھی ہو جس میں سے دیکھ کر مرزا نے یہ حدیث لکھی ہو۔ بہرحال اگر مرزا نے صحیح بخاری شریف کا حوالہ صحیح دیا ہے تو ذرا اُس صفحہ کا عکس شائع کردیں اور اگر جھوٹ دیا ہے تو یہ فرمائیے کہ جو شخص صحیح بخاری جیسی معروف و مشہور کتاب پر جھوٹ باندھ سکتا ہے، وہ اپنے دعوٰی مسیحت میں سچا کیسے

ہوگا ؟ کیونکہ مرزا صاحب ہی کا اِرشاد ہے کہ ''ایک بات میں جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دُوسری بات میں اعتبار نہیں رہتا۔'' (چشمہ معرف ص ۲۲۲، رُوحانی خزائن ج ۲۳ ص ۲۳۱)۔

سوال ۱۵ : مرزا قادیانی تریاق القلوب ضمیمہ نمبر۲ ص ۱۵۹ ، رُوحانی خزائن ج ۱۵ ص ۴۸۳ پر لکھتا ہے :

''اس کے (یعنی مسیح موعود کے) مرنے کے بعد نوعِ انسان میں علّت عقم سرایت کرے گی یعنی پیدا ہونے والے حیوانوں اور وحشیوں سے مشابہت رکھیں گے اَور انسانیت حقیقی صفحۂ عالم سے مفقود ہو جائے گی وہ حلال کو حلال نہیں سمجھیں گے اَور نہ حرام کو حرام پس اِن پر قیامت قائم ہوگی۔''

فرمائیے! مرزا قادیانی کے وجود میں ''مسیح موعود'' کی یہ خاص علامت پائی گئی ہے؟ کیا اُس کے مرنے کے بعد جتنے اِنسان پیدا ہوئے وہ سب وحشی ہیں؟ اور اِنسانیت صفحۂ ہستی سے مٹ گئی ہے؟ کیا کوئی بھی حلال کو حلال اَور حرام کو حرام سمجھنے والا دُنیا میں موجود نہیں؟

اگر مرزا قادیانی میں یہ علامت نہیں پائی گئی تو وہ مسیحِ موعود کیسے ہوئے؟ اور اگر پائی گئی ہے تو دُور کے لوگوں کا تو قصّہ جانے دیجئے خود قادیانی جماعت کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ کیا یہ بھی وحشیوں کی جماعت ہے؟ کیا اِن میں حقیقی اِنسانیت قطعاً نہیں پائی جاتی ؟ اور اِن کو حلال اور حرام کی کچھ تمیز نہیں؟

سوال نمبر ۱۶ : مرزا قادیانی مسیح بنے تو اُنہوں نے اپنے گھر میں دجال بھی گھڑ لیا یعنی پادری، یہاں کئی سوال پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ پادری تو دُنیا میں پہلے سے موجود تھے بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے بھی پہلے اَور اُن کے مشرکانہ عقائد و نظریات بھی پہلے سے چلے آ رہے تھے جس پر قرآن کریم گواہ ہے مگر دجال کو تو قتل کرنا تھا جبکہ مرزا صاحب کو مرے ہوئے مکمل ایک صدی ہو رہی ہے اَور اُن کا دجال ابھی تک دُنیا میں دَندناتا پھر رہا ہے، مسیحِ موعود کی یہ علامت مرزا صاحب پر کیوں صادق نہیں آتی ؟

دُوسرے یہ کہ دجال کو دُنیا میں صرف چالیس دن رہنا تھا جیسا کہ اَحادیثِ صحیحہ میں آتا ہے مگر مرزا قادیانی کے خود ساختہ دجال کا چلّہ ابھی تک پورا ہی ہونے میں نہیں آیا۔

تیسرے یہ کہ مرزا قادیانی لکھتا ہے :

''میرا کام جس کے لیے میں اِس میدان میں کھڑا ہوں، یہی ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دُوں اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلاؤں اَور آنحضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت اور شان دُنیا پر ظاہر کردُوں، پس مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علّتِ غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔
پس دُنیا کیوں مجھ سے دُشمنی کرتی ہے وہ میرے اَنجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔ اگر میں اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدیٔ موعود کو کرنا چاہیے تو پھر میں سچا ہوں اَور اگر کچھ نہ ہوا اَور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔'' (اخبار البدر ۱۹ر جولائی ۱۹۰۶ء)

دُنیا گواہ ہے کہ مرزا قادیانی کے آنے کے بعد دینِ اسلام کو ترقی نہیں ہوئی بلکہ اُن کی کفریات کی وجہ سے تنزل ہی ہوا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج تک خود اُن کی اپنی جماعت خارج اَز اِسلام ہے، کیا قادیانی صاحبان سب دُنیا کے ساتھ مرزا صاحب کے جھوٹا ہونے کی گواہی نہیں دیں گے؟ فرمایئے۔

اِن تصریحات کی روشنی میں اَدنیٰ شعور رکھنے والا انسان بھی اِس بات کی گواہی دے گا کہ مرزا اَور مرزائی جماعت کا اِسلام اور اہلِ اِسلام سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ یہ بالکل ایسے ہے جیسے ہاتھی کے دانت کھانے کے اَور دِکھانے کے اَور۔ بہرکیف یہ حق کو واضح کرنے کی ایک اہم کوشش ہے جو پیشِ خدمت ہے، خود پڑھیے اور بھولے بھالے قادیانیوں کو دیجئے شاید کہ اُن کا ایمان بچ جائے۔ وَاللّٰہُ ھَادِیْ اِلٰی سَبِیْلِ الْحَقِّ.

کیا اَب مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے؟

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

دین کے مختلف شعبے

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

دین کے کام بہت ہیں اِسی اعتبار سے دینی خدمت کے شعبے بھی بے شمار ہیں۔ ہر شعبہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے ناگزیر بھی ہے اور لائق توجہ بھی ہے۔ ضروری ہے کہ ہر جگہ اور ہر زمانہ میں یہ سب لازمی شعبے زندہ رہیں اور اِن پر محنتیں کی جاتی رہیں، مثلاً چند شعبوں کے عنوانات یہ ہیں :

(الف) اصل دین کا تحفظ :

یہ عنوان بہت عام اور جامع ہے۔ اِس کے تحت میں وہ تمام ضروری خدمات آئیں گی جو دین کی تعلیم سے متعلق ہیں اور اِس عنوان کا مرکزی محور یہ ہوگا کہ جو دین آنحضرت ﷺ دُنیا میں لے کر تشریف لائے اور جو ہم تک آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر علماء وصلحاء کے مستند واسطہ سے پہنچا اُس کو بلاکم وکاست محفوظ رکھا جائے۔ یہ وہ بنیادی خدمت ہے جس کے ذریعہ یہ دین آج تک عالمِ اسباب میں محفوظ رہا ہے۔ پھر اِس خدمت کے شعبے در شعبے ہوتے چلے جائیں گے۔ ایک شعبہ الفاظ قرآنی کی حفاظت کا ہوگا، ایک شعبہ تجوید اور حُسن صوت سے متعلق ہوگا، پھر کچھ اَفراد معانی قرآن کے تحفظ کے لیے علم تفسیر کو اپنا اَوڑھنا بچھونا بنالیں گے، کچھ حضرات حدیث کے الفاظ ومعانی پر محنت کرنے والے ہوں گے اور ایک جماعت تفقہ فی الدین کی خدمت سنبھالے گی اور کچھ لوگ قرآن وسنت کی فہم کے لیے عربی زبان واَدب اور نحو وصرف اور بلاغت میں مہارت پیدا کریں گے، وغیرہ وغیرہ۔ الحمد للہ چودہ سو سال سے برابر اُمت میں ایسے باتوفیق رجالِ کار ہر زمانہ میں موجود رہے جنہوں نے اِن سب شعبوں میں بفضلِ خداوندی کارہائے نمایاں انجام دیکر دینِ محمدی اور شریعت ِمصطفوی کو اپنی اصلی شکل وصورت میں باقی رکھا ہے اور بحمدہ تعالیٰ آج بھی ایسے افراد کی کمی نہیں ہے۔

(ب) راستہ کی رُکاوٹوں کو دُور کرنا :

دین کا ایک بہت بڑا شعبہ یہ ہے کہ اگر کسی جگہ دین پر عمل کرنے میں کوئی رُکاوٹ آرہی ہو تو ایک جماعت اُن رُکاوٹوں کو دُور کرنے کے لیے سر ہتھیلی پر رکھ کر مردانہ وار میدان میں آجائے اور اِسلام کی سربلندی

کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرے۔ اِس شعبہ کا نام ''جہاد'' ہے جس کو حضور اکرم ﷺ نے ''اِسلام کا سب سے چوٹی کا عمل'' قرار دیا ہے ذُرْوَۃُ سَنَامِہِ الْجِھَادُ (مشکوٰۃ شریف ۱/ ۱۴) اور اِس خدمت پر قرآن وسنت میں جس قدر عظیم الشان ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے اِس میں کوئی اور عمل اِس کا ہم پلّہ اور شریک نہیں ہے۔ محض جذبات میں آکر جہاد کے متعلق وعدوں کو کسی اور عمل پر منطبق نہیں کیا جاسکتا۔

تاہم شرعی جہاد کے کچھ شرائط وآداب ہیں۔ اس کا حکم کب جاری ہوتا ہے؟ اور کہاں کس طرح کا جہاد مفید ہے اِس بارے میں معتبر علماء سے معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ یہاں تو اِس طرف توجہ دلانی ہے کہ دین پر عمل میں پیش آمدہ رُکاوٹوں کو دُور کرنے پر بھی ہر زمانہ میں متواتر محنتیں ہوتی رہنا ضروری ہیں ورنہ ہم مغلوب ہوتے چلے جائیں گے اور دُشمن اِس طرح حاوی ہوتا چلا جائے گا کہ ہم بعد میں ہاتھ پیر ہلانے کے قابل بھی نہ رہیں گے، لہٰذا مستقل بیدار اَور تیار رہنے کی ضرورت ہے۔ ہندوستان جیسے غیر مسلم ملک میں جمعیت علماء جیسی ملی تنظیموں کا مقصدِ قیام بھی یہی ہے کہ دین و مذہب پر عمل کرنے میں جو رُکاوٹیں آئیں اُنہیں دُور کیا جائے بلا شبہ یہ بھی ایک بڑی دینی خدمت ہے تاکہ مسلمان عافیت کے ساتھ اپنے مذہبی اُمور انجام دے سکیں۔

(ج) باطل عقائد ونظریات کی تردید :

اِسی طرح ایک بہت ہی ضروری شعبہ یہ ہے کہ دین کے نام پر جب دین کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی سازشیں سامنے آئیں تو ایک جماعت اِن سے سینہ سپر ہوکر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا کام انجام دے۔ بفضلہٖ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق قیامت تک ایسی مستعد جماعت اُمت میں برابر موجود رہے گی۔ ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ : ''میری اُمت میں برابر ایک جماعت امرِحق پر مضبوطی سے ثابت قدم رہے گی، اِس کو کسی کی مخالفت نقصان نہ پہنچاسکے گی لَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ قَوَّامَۃً عَلٰی اَمْرِ اللّٰہِ لَا یَضُرُّھُمْ مَّنْ خَالَفَھُمْ. (فیض القدیر ۶/ ۴۸۷) اور ایک اور روایت میں ہے کہ اِس اُمت کے بعد میں آنے والے معتبر لوگ ہی علم کتاب وسنت کے حامل ہوں گے جو دین سے (۱) غلو پسندوں کی تحریفات (۲) باطل پسندوں کی فریب کاریوں (۳) اور جاہلوں کی فاسد تاویلات کا قلع قمع کردیں گے۔ یَحْمِلُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلْفٍ عَدُوْلُہٗ یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ

الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاوِیْلَ الْجَاهِلِیْنَ. (رواہ البیہقی فی کتابہ المدخل، مشکوۃ شریف)

معلوم ہوا کہ اس طرح کے مستقل شعبہ کا وجود بھی اُمت میں لازم ہے ورنہ یہ اِمتیاز ہی نہ رہے گا کہ کیا حق ہے اور کیا باطل؟ اور طاغوتی قوتیں محنتیں کر کے اصلی دین ہی کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیں گی، اس لیے دین کے تحفظ اور اُس کی ترقی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اُن تمام باطل فتنوں سے ٹکر لی جائے جنہوں نے جاہلانہ تحریفات اور واہیات اور رکیک تاویلات کے ذریعہ گمراہی کا جال بچھا رکھا ہے۔ جو لوگ اِس کام میں مشغول ہیں وہ بھی دین کی ایک عظیم الشان خدمت انجام دے رہے ہیں۔ نئے زمانہ کے ''صلح کل'' لوگ اپنی مریض ذہنیت کی بناء پر اِس طرح کی محنتوں کو فضول بلکہ مضر سمجھتے ہیں مگر یہ اُن کی محض کج فہمی ہے۔ اگر حق و باطل کا فرق نہ رہے تو دین مسخ ہو جائے گا اور سنت و بدعت کا کچھ پتہ نہ چل سکے گا۔ ذرا غور فرمائیے اور تاریخ کے اَوراق پلٹ کر دیکھیے!

اگر تاریخ کے ہر دَور میں علماء اِسلام نت نئے فتنوں کے خلاف سینہ سپر نہ ہوتے اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ انجام نہ دیتے تو کیا دین کی اصلی صورت باقی رہ جاتی؟ اِنہی علمائے حق نے اللہ کی توفیق سے شیعیت اَور رافضیت کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔ اِنہوں نے ہی فتنۂ اعتزال کو نیست و نابود کیا۔ اِنہی کی جرأت واستقامت نے اکبر اعظم کے ''معجون مرکب دین الٰہی'' کو ہمیشہ کے لیے دفن کیا۔ اِنہی سر بکف محبانِ رسول ﷺ نے قادیانیت کی پُر فریب سازشوں کو طشتِ اَز بام کیا اور آج تک اِس مہم میں سرگرم ہیں اور جب بدعات وخرافات نے چولی دامن کے ساتھ رضا خانیت کے نام سے جنم لیا تو یہی علماءِ حق کو حق اور بدعت کو بدعت بتانے کے لیے میدان میں آگئے اور جب حضراتِ صحابہؓ اور اکابر اولیاء اللہ پر تنقید و تبرّا کا دروازہ کھولنے کے لیے مولانا مودودی کا قلم حرکت میں آیا تو یہی وارثینِ انبیاء جانثارانِ نبوت حضرات صحابہؓ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہوگئے اور آج مادی دولت کے زعم پر کچھ شرارت پسند غیر مقلد سلفیوں نے ائمہ اربعہؒ اور اُمت کی انتہائی محترم شخصیات کے خلاف جو زہر اَفشانی پھیلا رکھی ہے اور عوام کو سخت انتشار میں مبتلا کر رکھا ہے، انشاء اللہ یہ جماعت حقہ اِن بدزبانوں کو بھی لگام دے کر اپنے منصبی فریضہ کو پورا کرے گی۔

الغرض دین کے نام پر جب بھی بددینی پھیلانے کی کوشش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے

بد دینی کو مٹانے کے لیے ایک مستقل جماعت کھڑی کر دی جس کی وجہ سے ہزار کوششوں کے باوجود باطل کو اصل دین میں خلل اَندازی کا موقع نہ مل سکا۔ یہ جماعت اِس پر فریب نعرے سے متاثر نہیں ہوئی جسے آج فیشن میں ''اتحادِ ملت'' کا نام دیا جاتا ہے۔ اتحادِ ملت کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہر ناحق کو اپنے اُوپر چھوڑ دیا جائے اور اُس کی بدعقیدگی اور بدعملی پر کوئی نکیر نہ کی جائے، یہ اتحاد نہیں بلکہ مداہنت ہے۔ اگر واقعی اتحاد چاہیے تو وہ صرف اِس طرح ہوگا کہ ہر فرقہ اور ہر جماعت قرآن و سنت کو معیارِ اتباع بنالے اور پھر آنحضرت ﷺ کی تربیتِ کاملہ سے پوری طرح فیض یاب ہونے والی عظیم ترین شخصیات جو اُمت میں نبی کے بعد سب سے افضل ہیں یعنی حضرات صحابہ ؓ کو ''معیارِ حق'' تسلیم کرے اور جو عقیدہ اور عمل قرآن و سنت اور حضراتِ صحابہؓ کے موافق ہو اُسے اختیار کیا جائے اور جو خلاف ہو اُسے ترک کر دیا جائے۔ اگر یہ طریقہ اختیار کر لیا گیا تو اُمت میں تفرقہ بندی کی تمام حدیں توڑی جاسکتی ہیں۔ یہ تفرقے پیدا ہی اِسی لیے ہوئے ہیں کہ قرآن و سنت اور صحابہ ؓ کا طریقہ چھوڑ کر الگ نظریات و اعمال کو فروغ دے دیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایسی جماعت کا وجود ناگزیر ہے جو غلط عقائد و نظریات اور بدعات ختم کرنے کے لیے سرگرم عمل رہے۔

(د) دعوت الی الخیر :

یہ بھی دین کا نہایت اہم شعبہ ہے۔ لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دینا اور دُنیا میں اچھی باتوں کو فروغ دے کر برائیوں کو مٹانا اُمتِ محمدیہ کی امتیازی صفت ہے اور اُمت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے اور بالخصوص جب بگاڑ حد سے تجاوز کر جائے اور عبادات سے لے کر معاشرت تک ہر شعبہ دین سے بے بہرہ ہونے لگے تو اُمت کو تباہی سے بچانے کے لیے اِنفرادی اور اجتماعی ہر طرح کی کوششوں کا تسلسل زیادہ ضروری اور لازم ہو جاتا ہے۔

الحمد للہ ہر زمانہ میں دین کا یہ شعبہ زندہ اور متحرک رہا ہے۔ علماء نے وعظ و نصیحت کے ذریعہ اور صوفیاء نے بیعت و اِرشاد کے ذریعہ برابر دین کی آبیاری کی اور لاکھوں لاکھ لوگ اُن کی محنتوں کی بدولت راہِ حق پر گامزن ہوگئے اور اَخیر زمانہ میں ''دعوت الی الخیر'' کا یہ مہتم بالشان کام حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بے پایاں خلوص کے ساتھ ''تبلیغی جماعت'' کے نام سے سامنے آیا جو دیکھتے ہی

دیکھتے دہلی اور میوات سے نکل کر عالم کے چپہ چپہ پر پھیل گئی اور جگہ جگہ دین کے عنوان پر حرکت میں برکت کے مناظر سامنے آنے لگے۔

اس تحریک کی عمومیت نے رنگ و نسل اَور علاقہ و زبان اَور امیر و غریب کا فرق مٹا دیا اور اُمت کا ہر طبقہ ''دعوت الی الخیر'' سیکھنے اور سکھانے کے لیے ایک ہی نظام سے مربوط ہوگیا۔ اِس تحریک کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ دین زندگی کے ہر گوشہ میں سما جائے۔ عبادات بھی شریعت کے مطابق ہوں اور معاشرت اور معاملات بھی اِسلامی رنگ میں رنگین ہوجائیں اور غیر اسلامی عقائد و اعمال سے مسلم معاشرہ پاک ہوجائے۔ اس جماعت تبلیغ کی نماز اَور روزہ پر محنت صرف اِس لیے نہیں ہے کہ دین کو بس عبادات کے دائرہ میں محدود کر دیا جائے بلکہ دین پوری زندگی میں آنا چاہیے۔ اَور اس کے لیے جہاں اچھائیوں کو پھیلانے کی ضرورت ہوگی وہیں برائیوں پر حکمت عملی سے نکیر کرنے کی بھی ضرورت ہوگی۔ اس لیے کہ جس طرح کھیتی اُس وقت تک برگ و بار نہیں لاسکتی جب تک کہ اُس کے جھاڑ جھنکار کی صفائی نہ کی جائے، اِسی طرح اسلامی معاشرہ کا تصور بھی اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ گناہوں اور نافرمانیوں کو جڑ سے نہ اُکھیڑ دیا جائے۔ جو حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ''جماعت'' کا کام تو بس نماز کی دعوت دینا ہے اور برائیاں کتنی ہی آنکھوں کے سامنے گھر میں یا باہر ہوتی رہیں اُن پر نکیر کرنا ہمارا کام نہیں، یہ بڑی بھول ہے۔

قرآنِ کریم نے دعوت کی تفسیر میں دونوں ذمہ داریوں کو بتایا ہے: (۱) اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ (اچھی باتوں کی تلقین) (۲) نَہِیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ (بری باتوں پر تنبیہ)۔ اِنہی دونوں ذمہ داریوں کو اَدا کر کے دعوت کا مفہوم پورا ہوتا ہے۔ یہ انصاف کی بات نہیں ہے کہ ہم اچھائیوں کی دعوت میں سب کچھ کھپا دیں اور جب برائیوں پر متنبہ کرنے کا وقت آئے تو دامن بچا کر لے جائیں کہ کہیں کوئی ناراض یا درپے آزار نہ ہوجائے۔ بہرکیف اُمت میں ایسے افراد کا موجود رہنا ضروری ہے جو دُنیا میں خیر کو پھیلاتے رہیں اور منکرات پر قوت کے ساتھ نکیر کرتے رہیں، یہ دین کا نہایت مفید اور وسیع ترین شعبہ ہے۔

دین کے تمام شعبوں کا مرکز :

دین کے اِن تمام شعبوں کا مرکز دَورِ نبوت میں آنحضرت ﷺ کی مسجد مبارکہ تھی، وہیں تعلیم کے حلقے لگتے تھے، وہیں تربیت اور تزکیہ کا کام ہوتا تھا، وہیں سے مجاہدین کے لشکر منظم کر کے بھیجے جاتے تھے اور

وہیں سے تبلیغی وفود رَوانہ ہوتے تھے۔ پھر کام کرنے والے بھی ایسے تھے جو بیک وقت معلّم بھی تھے مجاہد بھی تھے اور مبلغ بھی تھے۔ الغرض ہر شخص اپنی وسعت کے مطابق دین کی ہر خدمت انجام دینے کو تیار رہتا تھا۔ دَورِ صحابہؓ وتابعینؒ میں بھی یہی منظر دیکھنے کو ملتا رہا۔ بڑے بڑے اکابر محدثین اور علماء حصول ثواب کے لیے مسندِ درس کو چھوڑ کر تلوار اُٹھاتے اور دُشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں اپنی دلیری اور بہادری کے جوہر دکھاتے تھے۔ اُس وقت چونکہ خلوص عام تھا اِس لیے یہ بات نہ تھی کہ یہ کام ہمارا ہے اور وہ کام اُن کا ہے۔ اِس کام کے تو ہم ہی ٹھیکیدار ہیں اِس میں دُوسرے کو شامل ہونے کی اجازت نہیں بلکہ دین کے ہر کام کو ہر شخص اپنا ہی کام سمجھتا تھا اور ایک دُوسرے کے تعاون کی امکانی کوشش کی جاتی تھی جس کا ثمرہ یہ ظاہر ہوتا تھا کہ دین کا ہر شعبہ پوری قوت سے زندہ اور متحرک تھا اس لیے کہ ہر چہار جانب سے مسلم معاشرہ میں اُس کی تقویت اور پشت پناہی میسر آتی تھی۔

موجودہ دَور کا اَلمیہ :

مگر آج نفسانیت اور جہالت نے یہ دن دکھائے ہیں کہ دین کے شعبے الگ الگ طبقات میں بٹ کر رہ گئے ہیں۔ ہر شعبہ سے وابستہ شخص نہ صرف یہ کہ دُوسرے سے وابستہ نہیں ہونا چاہتا بلکہ اپنے شعبہ سے تعلق کے زعم میں دُوسرے شعبوں کی تحقیر اور اُس پر لعن طعن پر آمادہ ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ دین تو بس وہی ہے جس کو اِس نے دین سمجھ رکھا ہے اور بقیہ ساری محنتیں جو دین کے نام پر کی جارہی ہیں وہ سب فضول ہیں۔

ایک طرف بعض اہل مدارس دعوت کی محنت کو خاطر میں نہیں لاتے یا ردِّ فرق باطلہ میں اپنی ذمہ داری نہیں نبھاتے اور اُن کے اِرد گرد مسلم آبادیوں میں بدعقیدگی اور بد عملی کا طوفان رَواں دَواں رہتا ہے اور اُنہیں کچھ بھی احساس نہیں۔ دُوسری طرف دعوت کے کام میں لگے ہوئے بہت سے پُر جوش لوگ اِتنا حد سے تجاوز کرتے ہیں کہ اپنی خصوصی اور عمومی مجلسوں میں اہلِ مدارس اور علماء ربّانیین کے خلاف بدکلامی اور بدزبانی پر اُتر آتے ہیں اور غیبت و بہتان جیسے بدترین گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنے لیے خطرناک قسم کی محرومی مول لیتے ہیں۔ کسی کو تو اَلعیاذ باللہ اِتنا جوش آتا ہے کہ چند چلّے لگا کر یہ سمجھتا ہے کہ مجھ سے بڑا دُنیا میں کوئی دیندار ہی نہیں ہے اور اِس عجب و تکبر کے نتیجہ میں بڑے بڑے علماء کو خاطر میں نہیں لاتا اور دین کے تحفظ کے لیے یا قادیانیت وغیرہ فرق باطلہ کی تردید کے لیے اگر کوئی تحریک چلتی ہے تو اُس کا ساتھ دینے میں اِس طرح اعراض کیا جاتا

ہے گویا وہ دین کا کام ہی نہ ہو۔

ہمیں معلوم ہے یہ حرکتیں جماعتِ تبلیغ کے لازمی اُصولوں کے خلاف ہیں۔ اِس جماعت کے بنیادی چھ نمبروں میں ''اکرامِ مسلم'' ایک اہم نمبر ہے جس کا سب سے اوّلین تقاضا عالمِ دین کا احترام ہے۔ اِن ناواقف پرجوش لوگوں کی وجہ سے جماعت بدنام ہورہی ہے اور اِس کی آفاقیت میں کمی آنے اور رفتہ رفتہ اِس کے سمٹ جانے کا خطرہ پیدا ہونے لگا ہے۔ ہماری یہ مخلصانہ دُعا اور دِلی خواہش ہے کہ دعوت وتبلیغ کی یہ مبارک جماعت اپنے بانی مبانی کے اُصولوں پر قائم رہ کر پورے عالم میں پھلے اور پھولے اور اِس کے ذریعہ دُنیا کے چپہ چپہ میں ہدایت کے برگ و بار آئیں اور رُوحانیت اور وحدانیت کے نور سے پوری دُنیا منور ہو جائے۔ مگر ہمیں اِس کا بھی احساس ہے کہ کچھ خودغرض مفاد پرست لوگ اِس جماعت میں دَرآئے ہیں جو اپنے اِنفرادی عمل سے جماعت کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں اَور بہت سی جگہ اِس نے بڑے فتنے کا رُوپ اپنا لیا ہے۔ قبل اِس کے کہ بات اور آگے بڑھے ایسے بدزبانوں اور ناعاقبت اندیشوں کو لگام دینے کی ضرورت ہے۔

جماعت کے ہر فرد کو دین کے دُوسرے خدامِ دین کا بھی اُتنا ہی احترام کرنا چاہیے جتنا اپنی جماعت میں لگے ہوئے فرد کا کیا جاتا ہے اور محض اِس وجہ سے اُن سے ناگواری نہ ہونی چاہیے کہ وہ ہمارے مقررہ اُصول کے مطابق کام نہیں کررہے ہیں۔

دین کی خدمت کا میدان بہت وسیع ہے، دُوسرے پر تبرّ ابازی کے بغیر بھی دین کی خدمت ہوسکتی ہے، پھر اِس ''نیکی برباد گناہ لازم'' میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر کسی کو اپنے شعبہ کے علاوہ کسی دُوسرے دینی شعبہ میں کام کرنے کا موقع نہیں ہے تو کم اَزکم اِس کی بیخ کنی اور مخالفت تو نہ کرے، یہ بھی ایک طرح کا تعاون کہلائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر فرد کو اپنا محاسبہ کرنے اور ہر معاملے میں راہِ اعتدال پر استقامت کی توفیق عطاء فرمائے اور ہم سے دین کے جس شعبہ کی خدمت میں جو کوتاہیاں ہورہی ہیں اُنہیں معاف فرمائے اور اُن سے پوری طرح محفوظ رہنے کی سعادت سے نوازے، آمین۔

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

پانچ باتوں کی جواب دہی سے پہلے چھٹکارا نہیں ہوگا :

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُسْأَ لَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ عُمُرِہ فِیْمَا اَفْنَاہُ ، وَعَنْ شَبَابِہ فِیْمَا اَبْلَاہُ ، وَعَنْ مَالِہ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَہٗ ، وَفِیْمَا اَنْفَقَہٗ ، وَمَا ذَا عَمِلَ فِیْمَا عَلِمَ.

(جامع ترمذی بحوالہ مشکوۃ ص ۴۴۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دِن اِنسان کے قدم سِرک نہیں پائیں گے (اور اُس کو بارگاہِ خداوندی میں اُس وقت تک کھڑا رکھیں گے) جب تک کہ اُس سے پانچ باتوں کا جواب نہیں لے لیا جائے گا چنانچہ اُس سے پوچھا جائے گا کہ: (1) اُس نے اپنی عمر کس کام میں صرف کی۔ (2) اپنی جوانی کن کاموں میں گنوائی۔ (3) مال کن ذرائع سے حاصل کیا۔ (4) مال کو کہاں خرچ کیا۔ (5) جن باتوں کا علم تھا اُن پر کس حد تک عمل کیا؟

پانچ گناہوں کی پاداش میں پانچ چیزوں کا ظاہر ہونا :

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ اَقْبَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ یَامَعْشَرَ الْمُھَاجِرِیْنَ خَمْسُ خِصَالٍ اِذَا ابْتُلِیْتُمْ بِھِنَّ وَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ تُدْرِکُوْھُنَّ لَمْ تَظْھَرِ الْفَاحِشَةُ فِیْ قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰی یُعْلِنُوْا بِھَا اِلَّا فَشَافِیْھِمِ الطَّاعُوْنُ وَالْاَوْجَاعُ الَّتِیْ لَمْ تَکُنْ مَضَتْ فِیْ اَسْلَافِھِمِ الَّذِیْنَ مَضَوْ وَلَمْ یَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِلَّا اُخِذُوْا بِالسِّنِیْنَ وَشِدَّةِ الْمُؤْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَیْھِمْ ، وَلَمْ یَمْنَعُوْا زَکٰوةَ اَمْوَالِھِمْ اِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَآءِ

وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوْا ، وَلَمْ يَنْقُضُوْا عَهْدَ اللّٰهِ وَعَهْدَ رَسُوْلِهٖ اِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ غَيْرِهِمْ فَاَخَذُوْا بَعْضَ مَا فِيْ اَيْدِيْهِمْ ، وَمَا لَمْ تَحْكُمْ اَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَيَتَخَيَّرُوْا فِيْمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ . (ابن ماجه)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ایک روز ہماری طرف متوجہ ہوئے اور اِرشاد فرمایا : اے مہاجرین کی جماعت پانچ چیزوں میں جب تم مبتلا ہو جاؤ اَور خدا نہ کرے کہ تم اُن میں مبتلا ہو۔ (تو پانچ چیزیں بطورِ نتیجہ ضرور ظاہر ہوں گی۔ پھر آپ ﷺ نے اُن کی تفصیل بیان فرمائی کہ) : (1) جب کسی قوم میں کھلم کھلا بے حیائی کے کام ہونے لگیں تو اُن میں ضرور طاعون اَور ایسی ایسی بیماریاں پھیل پڑیں گی جو اُن کے باپ دادوں میں کبھی نہیں ہوئیں۔ (2) اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگے گی تو قحط اَور سخت محنت اور بادشاہ کے ظلم کے ذریعے اُس کی گرفت کی جائے گی (3) اور جو لوگ اپنے مالوں کی زکوۃ روک لیں گے اُن سے بارش روک لی جائے گی حتی کہ اگر چوپائے (گائے بیل گدھا گھوڑا وغیرہ) نہ ہوں تو بالکل بارش نہ ہو۔ (4) اور جو قوم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے عہد کو توڑ دے گی اللہ تعالیٰ اُس پر غیروں میں سے دُشمن مسلط فرمائیں گے جو اُن کی بعض مملوکہ چیزوں پر (زبردستی) قبضہ کرلے گا۔ (5) اور جس قوم کے بااِقتدار لوگ اللہ کی کتاب کے خلاف فیصلے دیں گے اور احکامِ خداوندی میں اپنا اختیار و انتخاب جاری کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُنہیں خانہ جنگی میں مبتلا کردیں گے۔

فائدہ : اسی قسم کی ایک حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اِس حدیثِ پاک میں بھی پانچ گناہوں کے پانچ نتائج بیان کیے گئے ہیں، فرق یہ ہے کہ پہلی حدیث مرفوع حقیقی ہے دُوسری موقوف (مرفوعِ حکمی) وہ حدیثِ پاک یہ ہے :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَاظَهَرَ الْغُلُوْلُ فِیْ قَوْمٍ اِلَّا اَلْقَی اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِهِمِ الرُّعْبَ ، وَلَا فَشَا الزِّنَا فِیْ قَوْمٍ اِلَّا كَثُرَ فِیْهِمِ الْمَوْتُ ، وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِلَّا قُطِعَ عَنْهُمُ الرِّزْقُ ، وَلَا حَكَمَ قَوْمٌ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا فَشَا فِیْهِمُ الدَّمُ ، وَلَا خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَهْدِ اِلَّا سُلِّطَ عَلَيْهِمُ الْعَدُوُّ.

(مؤطا امام مالک بحوالہ مشکوۃ ص ۴۵۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (1) جب کوئی قوم مالِ غنیمت میں خیانت کرنے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے دلوں میں دُشمن کا رُعب ڈال دیتے ہیں۔ (2) جس قوم میں زنا کاری پھیل جاتی ہے اُس میں کثرت سے موتیں ہونے لگتی ہیں۔ (3) جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو اُس کا رزق اُٹھالیا جاتا ہے (یعنی اُس کے رزق میں برکت ختم کردی جاتی ہے یا اُس قوم کے مقدر سے رزقِ حلال اُٹھالیا جاتا ہے) (4) جو قوم غیر منصفانہ اور ناحق فیصلے کرنے لگتی ہے تو اُن کے درمیان خونریزی پھیل جاتی ہے۔ (5) جو قوم عہدو پیمان توڑ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر اُس کے دُشمن کو مسلط فرمادیتے ہیں۔

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سر پرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

ایک سبق آموز واقعہ

﴿ حضرت مولانا امان اللہ صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ جدید ﴾

جامعہ مدنیہ لاہور کے سابق اُستاذ الحدیث والفقہ حضرت اقدس
مولانا کریم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کا ایک دلچسپ اَور سبق آموز واقعہ

مجھے میرے والد حضرت مولانا کریم اللہ صاحب رحمہ اللہ عصر کے بعد چائے پینے کے دوران زمانہ طالب ِعلمی کا کوئی نہ کوئی واقعہ سناتے تھے۔ایک دِن اُنہوں نے اپنا ایک واقعہ سنایا جس سے علم کی وقعت اور دارالعلوم دیوبند کی علمی شان عام طبقہ میں اُجاگر ہوتی ہے، وہ یہ کہ :

''درجہ سادسہ کی کتب پڑھنے کے لیے اپنے علاقے کے ایک مشہور عالم نے مجھے ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۳ء میں لاہور کے مشہور مدرسہ ''جامعہ حزب الاحناف'' میں داخل کرایا، اُس وقت جامعہ مذکورہ میں مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب اور اُن کے والد مولانا دیدار علی صاحب بھی پڑھاتے تھے۔

جامعہ مذکورہ میں نعتوں کا رواج پڑھائی کی نسبت زیادہ تھا شروع ہی کی جمعرات کا دِن آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چند تانگے آئے اور طلباء وعلماء اُس میں سوار ہوئے، میں نے پوچھا یہ کس واسطے آئے ہیں اور کہاں جانا ہے؟ تو جواب ملا کہ یہاں ایک سیٹھ صاحب ہیں وہ جمعرات کو اپنے گھر طلباء سے ختم پڑھواتے ہیں جس کے لیے وہ تانگے بھیجتے ہیں چنانچہ مجھے بھی دُوسرے طلباء وعلماء کے ساتھ تانگے میں سوار کر کے سیٹھ صاحب کے گھر ختم پڑھنے کے لیے لے جایا گیا۔ وہاں پہنچ کر تھوڑا بہت پڑھنے کے بعد مختلف قسم کے کھانے آئے اور سب حضرات نے کھانا شروع کر دیا جب سب نے کھالیا تو سیٹھ صاحب نے کہا کہ ''اپنا اپنا پتیلہ نکالو''۔ میں نے دِل میں کہا کہ ''پتیلہ نکالنے'' کا کیا مطلب؟ سیٹھ صاحب نے پوچھا کہ آپ کا برتن پتیلہ کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس تو پتیلہ نہیں ہے۔ سیٹھ صاحب میری اِس بات سے سمجھ گئے کہ یہ نیا طالب علم ہے۔ اُس وقت سیٹھ

صاحب خاموش رہے، مجھے حیرانگی اِس پر زیادہ ہوئی کہ بڑے اساتذہ بھی اپنے ساتھ پتیلے لے کر آئے تھے۔ جب سب نے اپنے اپنے ''پتیلے'' بھر لیے تو بعد اَزاں سیٹھ صاحب نے مجھے اشارے سے اپنے پاس بلایا۔ میں گیا تو پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا کہ اَٹک سے۔ پھر پوچھا کس واسطے آئے ہو؟ میں نے کہا علم حاصل کرنے کے لیے۔ اِس پر سیٹھ صاحب کہنے لگے کہ بیٹا یہاں پڑھائی وڑھائی نہیں ہوتی یہاں تو بس ''ختموں اور نعتوں'' کا زور شور ہوتا ہے۔ اگر آپ نے باقاعدہ علومِ شرعیہ پڑھنے ہوں تو ''دارالعلوم دیوبند'' چلے جاؤ، پڑھائی وہاں ہوتی ہے۔

حضرت مولانا کریم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر سیٹھ صاحب نے مجھے اُس زمانے میں کرایہ کے لیے اَڑھائی روپیہ دیے اور فرمایا یہاں سے امرتسر چلے جاؤ وہاں پہنچ کر یوپی (U.P) کی گاڑی میں بیٹھ جانا وہاں پہنچ کر دارالعلوم دیوبند کا پتہ کر لینا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اللہ تعالیٰ نے وہاں علم سے نوازا۔''

والد صاحبؒ کے اتنے بڑے عالم بننے میں میرے والد صاحب کی ''پھوپھی صاحبہ'' کا زیادہ دخل تھا جو وقت کی بہت بڑی عالمہ تھیں، دراصل وہ ایک جید عالم حضرت مولانا موسیٰ خان صاحب عمر زئی کی صاحبزادی تھیں اور مولانا نے اِنھیں گھر میں ہی جلالین اور ہدایہ پڑھائی تھیں اور پورا گاؤں دامان (غربی) اُن کا شاگرد تھا۔ اُنہوں نے میرے والد صاحبؒ سے ''دیوبند'' جانے کے بعد فرمایا تھا کہ ''پگڑی تمام'' کرنے سے پہلے گھر نہیں آنا۔ ''پگڑی تمام'' کرنے سے مراد فراغت ہے۔ چنانچہ والد صاحبؒ نے دارالعلوم دیوبند میں شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ اور جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاویؒ اور حضرت علامہ شمس الحق صاحب افغانیؒ اور دیگر اَجل علماء سے علم حاصل کیا اَور وہیں سے ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۷ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

ایک مرتبہ دورانِ تعلیم والد صاحبؒ کے بھائی جو کوالالمپور ملائشیا میں رہتے تھے گاؤں تشریف لائے تو والد صاحبؒ کو بھی اطلاع بھیجی کہ گاؤں آجاؤ تاکہ ملاقات ہو جائے۔ چنانچہ والد صاحبؒ ملاقات کی غرض سے گاؤں آئے جب گھر کے دروازے پر دستک دی تو پھوپھی صاحبہ نے پوچھا کون؟ والد صاحبؒ نے

کہا کہ ''میں کریم اللہ''۔ پھوپھی صاحبہ نے پوچھا پگڑی تمام ہوگئی یعنی فارغ ہوگئے ہو؟ جواب میں والد صاحبؒ نے کہا کہ نہیں تو پھوپھی صاحبہ نے کہا کہ ''یہیں سے پلٹ جاؤ اور جب تک پگڑی تمام نہ ہو گھر نہ آنا'' چنانچہ والد صاحبؒ وہیں سے پلٹے راستے میں گھر سے فوراً ملائشیا سے آئے ہوئے بھائی نے کچھ گڑ پیاز اور ٹھنڈی روٹی لے کر والد صاحبؒ کو پہنچادی اور کچھ پیسے بھی دیے، اِس طرح والد صاحبؒ دوبارہ دیوبند چلے گئے۔ جب والد صاحب دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوکر گھر تشریف لے آئے تو پھوپھی صاحبہ بہت خوش ہوئیں اور دیر تک دارالعلوم کی اَسناد کو دیکھتی رہیں۔ اور کیوں خوش نہ ہوتیں جبکہ والد صاحبؒ کی سند پر حضرت مدنیؒ کے یہ مصدقہ کلمات بھی موجود تھے۔

هو عندنا عالم صالح ذکی وله مناسبة بالعلوم العربية تامة يقدر بها على التدريس .

قدرت نے پھوپھی صاحبہ کو علماءِ حق کی حد درجہ محبت عطا کر رکھی تھی چنانچہ اکثر والد صاحبؒ سے کہا کرتی تھیں کہ :

''مولوی کریم اللہ میرا دل چاہتا ہے کہ تیرے پاؤں کا بوسہ لے لوں کیونکہ تیرے یہ پاؤں تحصیلِ علم میں گرد آلود ہوئے ہیں۔''

لیکن والد صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا کیونکہ آپ تو میری ماں ہیں اور آپ ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے علم سے نوازا ہے لیکن پھوپھی صاحبہ کی یہ خواہش بدستور باقی رہی چنانچہ والد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سحری کے وقت سونے میں مجھے ایسا لگا جیسے کسی نے میرے پاؤں کا بوسہ لے لیا ہو۔ جب میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو واقعی پھوپھی صاحبہ نے بوسہ لے ہی لیا تھا۔ والد صاحبؒ اکثر اپنی دُعاؤں میں سیٹھ صاحب کو عموماً اور پھوپھی صاحبہ کو خصوصاً یاد فرماتے تھے۔

حضرت مولانا کریم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور کے قدیم اساتذہ میں سے تھے اور کثیر تعداد میں خواص وعوام نے اُن سے استفادہ کیا تھا جن میں سے چند مشہور حضرات یہ ہیں : حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب، سابق اُستاذ فقہ وحدیث مفتی قاری عبدالرشید صاحبؒ ، مولانا عبدالغنی صاحبؒ خلیفہ مجاز حضرت اَقدس مولانا سید حامد میاں صاحبؒ، مولانا خالد محمود صاحب، مولانا سید رشید میاں

صاحب، شیخ الحدیث مولانا سید محمود میاں صاحب، مولانا نعیم الدین صاحب۔

حضرت مولانا کریم اللہ صاحبؒ جامعہ مدنیہ نیلا گنبد لاہور میں حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے رفیقِ کار رہے اور آخر کریم پارک کے زمانہ تک رہے۔

حضرت مولانا کریم اللہ صاحب دورانِ تدریس ہی ۱۹۸۴ء میں عید الاضحیٰ کے دِن اِنتقال فرما گئے۔

اُس وقت جامعہ مدنیہ کے اجل اساتذہ جن میں حضرت مولانا میرک شاہ صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحبؒ سیتاپوری، حضرت مولانا شریف اللہ خان صاحبؒ سواتی، حضرت مولانا مرزا گل صاحبؒ، حضرت مولانا ظہور الحق صاحب مدظلہ العالی مادرِ علمی جامعہ مدنیہ کے حصہ تھے۔

جامعہ مدنیہ قدیم وجدید کے تمام اساتذہ علی الاغلب اِن مذکورہ اساتذۂ کرم کے یا تو بلاواسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن اکابرِ جامعہ کی برکات سے زیادہ سے زیادہ نوازیں، آمین۔

﴿ دینی مسائل ﴾

ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں واقع ہونے کے دلائل :

1۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آ کر کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اَب اِسکی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تیرے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے (کہ ایک ہی مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں دے دیں اور طلاق دینے کے بہتر طریقوں کو چھوڑ دیا کہ یا تو صرف ایک طلاق دے کر چھوڑ دیتا یا ہر ماہ میں ایک طلاق دیتا) اور اَب اِس کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔

2۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ سوال کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اِس پر سکوت اِختیار کیا۔ (اُن کے شاگرد کہتے ہیں کہ) ہم نے خیال کیا کہ شاید وہ اِس عورت کو واپس اِسے دلانا چاہتے ہیں مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم خود حماقت کا اِرتکاب کرتے ہو اور پھر کہتے ہو کہ اے ابن عباس اے ابن عباس! بات یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ نہ ڈرے تو اُس کے لیے کوئی راہ نہیں نکل سکتی۔ جب تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے (کہ طلاق دینے کے پسندیدہ طریقے کو چھوڑ کر طلاق دینے کا غیر پسندیدہ طریقہ اختیار کیا) تو اَب تمہارے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں۔ تمہاری بیوی اَب تم سے بالکل جدا ہوگئی۔

3۔ حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوموسی اشعری، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی ایسا ہی فیصلہ منقول ہے۔

4۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو بیشک رسول اللہ ﷺ نے (اِس صورت میں) مجھے رُجوع کرنے کا حکم دیا تھا اور اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو یقیناً وہ تم پر حرام ہوگئی جب تک کہ وہ تیرے علاوہ کسی اَور مرد سے نکاح نہ کرلے۔ اور اسی طرح تو نے اپنی بیوی کو طلاق دینے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی بھی کی ہے۔

غرض اِس بات پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع و اتفاق ہے کہ اگر شوہر ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدے یا یوں کہہ دے کہ تجھے تین طلاق تو تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

ضروری وضاحت :

1۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد اَور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت کے ابتدائی دوسالوں میں تین طلاقیں ایک ہی ہوتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے اپنے معاملہ میں جلد بازی سے کام لیا حالانکہ اُن کو سوچنے اور سمجھنے کا وقت حاصل تھا، ہم کیوں نہ اُن کو اِن پر نافذ کردیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن پر تین ہی نافذ کردیں۔

اِس روایت سے یہ خیال کرنا کہ ایک مجلس میں دی گئی طلاقوں کے شرعی حکم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدل ڈالا، بڑی غلطی ہے بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اِس عہد میں عمومًا ایک وقت میں بجائے تین طلاقوں کے صرف ایک طلاق دی جاتی تھی۔ اُسی مجلس میں اگر کوئی دُوسری یا تیسری بار کہتا تو وہ محض تاکید کی غرض سے کہتا تھا۔ بعد میں جب اِسلام پھیلا اور بہت سے لوگ مسلمان ہوئے لیکن وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح محتاط نہیں تھے اوراُن میں بیک وقت تین طلاق دینے کا رواج بکثرت ہوگیا اوراُن کی حالت کے پیشِ نظر اُن کے تاکید کے دعوی کو بلا شک وشبہ تسلیم کرنا مشکل تھا۔ تو پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے محتاط لوگوں سے کبھی ایسا ہو جاتا تھا تو اُن کے دعوی کو تسلیم کرلیا جاتا تھا لیکن اَب حالات کے تغیر سے حضرت عمر رضی للہ عنہ نے شریعت کے عدالتی ضابطہ کو سامنے رکھ کر حکم دیا کہ ہم کو لوگوں کی نیت تک رسائی ممکن نہیں لہٰذا ہم نیت کا اعتبار نہیں کریں گے اَور اگر کوئی تین دفعہ طلاق کا لفظ کہے گا تو ہم تین ہی شمار کریں گے۔

2۔ اِسلام سے پہلے دستور تھا کہ دس بیس جتنی بار چاہتے بیوی کو طلاق دیتے اَور رُجوع کر لیتے اور اِسطرح سے بعض لوگ عورتوں کو بہت ستاتے اِس پر یہ آیت اُتری اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (سُورہ بقرہ آیت ۲۲۹) یعنی طلاق رجعی دو بارتک ہے اِسکے بعد عورت کو روک رکھنا ہے دستور کے موافق یا چھوڑ دینا ہے بھلے طریقے سے پھر اگر اِس عورت کو طلاق دی یعنی تیسری بار تو اَب شوہر کے لیے حلال نہیں وہ عورت، جب تک وہ کسی دُوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔ اِس آیت سے استدلال کرنا کہ ایک مجلس میں تین طلاقین دی جائیں تو واقع نہیں ہوتیں صحیح نہیں کیونکہ اِس آیت میں اِس مضمون سے سرے سے بحث ہی نہیں ہے۔

اَخبارالجامعہ

﴿ بقلم : اِنعام اللہ، متعلم جامعہ مدنیہ جدید ﴾

۴؍مارچ کی شام شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدظلہم مولانا محمد اعظم صاحب فاضل جامعہ مدنیہ جدید کی دعوت پر اٹاری اجیت سنگھ ضلع قصور تشریف لے گئے۔ حضرت نے وہاں کی مرکزی جامع مسجد میں حضور علیہ السلام کی سیرت پر تفصیلی بیان فرمایا۔ بعداَزاں متعلم جامعہ مدنیہ جدید محمد خبیب کے اِصرار پر ہندل میں اُن کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں اُن کے نئے تعمیر ہونے والے گھر کے لیے خیر و برکت کی دُعا کی۔ رات بخیریت جامعہ پہنچ گئے۔

۵؍مارچ کو بعد اَز نماز ظہر شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدظلہم جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام کے مہتمم حضرت قاری خبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے لیے جہلم تشریف لے گئے۔ شام 7:00 بجے کے قریب جہلم پہنچ کر مدرسہ تعلیم الاسلام میں حضرت قاری صاحبؒ کے صاحبزادہ مولانا ابوبکر صاحب و چچا مفتی شریف صاحب سے تعزیت کی۔ بعداَزاں حضرت نے مفتی شریف صاحب کے فرمانے پر مختصر الفاظ میں ایسا پُر اَثر بیان فرمایا جیسے مردہ جسم کو نئی رُوح ملی ہو۔ تعزیت کرنے کے بعد حضرت صاحب اپنے ہم رکاب دورہ حدیث کے طالب علم محمد اَرسلان کی دعوت پر اُن کی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔ محمد اَرسلان کے والد الحاج محمد غوث صاحب استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ الحاج محمد غوث صاحب نے حضرت صاحب کے گھر آنے پر شکریہ اَدا کیا۔ حضرت کھانے سے فراغت کے بعد رات 10:00 بجے کے قریب ان کے گھر سے لاہور کے لیے روانہ ہو کر رات 3:30 بجے بخیریت گھر پہنچے۔

۱۹؍مارچ کو بعد اَز نماز عشاء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدظلہم جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا امجد شاکر صاحب کی دعوت پر سیرت خاتم النبیین علیہ السلام کانفرنس میں شرکت کے لیے جامع مسجد حسن بن علیؓ ضلع قصور تشریف لے گئے۔ حضرت نے کانفرنس کی اختتامی دُعا کرائی۔ رات ڈیڑھ بجے بخیریت واپسی ہوئی۔

۲۰؍مارچ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب دامت برکاتہم جامعہ مدنیہ کے پرانے

فاضل مولانا اشرف صاحب کی عیادت کے لیے اُن کے گاؤں تالاب سرائے تشریف لے گئے۔ مولانا اشرف صاحب نے حضرت اقدس کی تالاب سرائے تشریف آوری پر بہت زیادہ خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔

۲۲؍ مارچ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدظلہم صفہ ٹرسٹ لاہور کی دسویں سالانہ تقسیم اَسناد کی تقریب میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے جہاں آپ نے اپنے مختصر بیان میں فرمایا کہ اِنسان کو جو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے تو اُس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ اُس کا پیدائشی اور فطری حق ہے ورنہ تو کافر بھی اشرف المخلوقات میں شامل ہوتا کیونکہ وہ بھی اِنسان ہے بلکہ اِنسان کو اشرف المخلوقات بننے کے لیے نبیوں کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلنا ہوگا اور اُسی پر مرے گا تب جا کر اِنسان اشرف المخلوقات قرار پائے گا۔

۲۵؍ مارچ کو بعد اَز نماز عشاء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدرسہ عربیہ فیض العلوم ضلع قصور کے مہتمم مولانا عبدالحکیم صاحب عابد کی دعوت پر اُن کے مدرسہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے دینی تعلیم کی فضیلت پر بیان فرمایا۔ بعد اَزاں حفظ قرآن مکمل کرنے والے بچوں میں اَسناد اور انعامات تقسیم کیے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیر تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اور کتابیں

(۵) زیر تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

گزشتہ ماہ جہلم میں جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام کے مہتمم حضرت مولانا قاری خبیب صاحب رحمہ اللہ مختصر علالت کے بعد ساٹھ برس کی عمر پا کر رحلت فرما گئے۔ قاری صاحبؒ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے پوری زندگی دینی خدمات انجام دینے میں گزاری اُن کی وفات بہت لوگوں کو داغِ مفارقت دے گئی۔ اُن کی جانشینی کے لیے اُن کے صاحبزادہ مولانا ابوبکر صدیق صاحب کا تقرر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اُن کی دستگیری فرمائے تاکہ وہ اپنے والد اور دادا کی دینی اور ملی خدمات کو جاری رکھتے ہوئے سرخرو ہوں۔ دُعاء ہے کہ اللہ قاری صاحبؒ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اُنکے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

فاضل دارالعلوم دیوبند شیخ الحدیث حضرت مولانا معزالحق صاحبؒ گذشتہ ماہ رحلت فرما گئے۔ آپ دارالعلوم ٹل صوبہ سرحد میں کئی سالوں سے دین کی خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دینی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

شیفلڈ انگلینڈ کے محترم حافظ اکرم صاحب کے والد بزرگوار جناب الحاج عمر دین صاحب گزشتہ ماہ کمالیہ میں وفات پاگئے۔ اہل اِدارہ اُن کے خاندان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور تعزیتِ مسنونہ پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب ہو۔

تاخیر سے موصولہ اطلاع کی مطابق جامعہ مدنیہ کے قدیم طالبعلم اور پنجاب یونیورسٹی دائرۃ المعارف کے چیئرمین مولانا ڈاکٹر محمود الحسن صاحب عارف کی والدہ محترمہ مختصر علالت کے بعد گذشتہ سے پیوستہ ماہ لاہور میں انتقال کر گئیں۔ مرحومہ بہت نیک اور پارسا خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب ہو۔

جامعہ کے بہت ہی مخلص محترم حافظ فہیم الدین صاحب کے برادرِ نسبتی گزشتہ ماہ کراچی میں وفات پاگئے۔ جناب عبدالعزیز بٹ صاحب بھی گذشتہ ماہ مختصر علالت کے بعد وفات پاگئے، مرحوم بہت پابند صوم و صلوۃ تھے۔ ''دارالعلوم لاہور'' شاہدرہ کے مہتمم مولانا احمد یار صاحب کی اہلیہ صاحبہ زچگی کے دوران شہادت پاگئیں۔ جامعہ کے خادم ظہور احمد کی خالہ بھی گذشتہ ماہ وفات پاگئیں۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 5330310 - 42 - 92+ - 5330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 92+ - 7703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 6152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 7915-0 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1046-1 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)